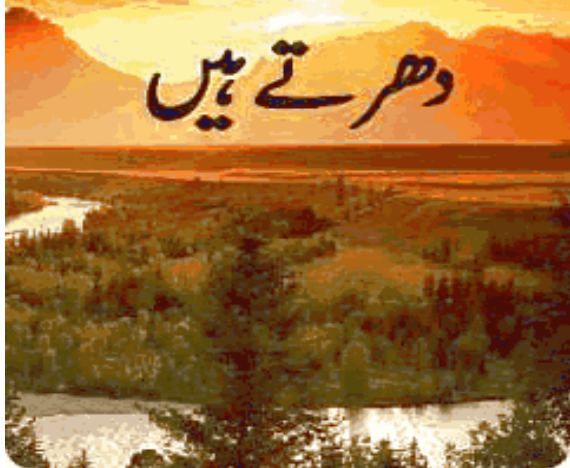


آؤ، ہم پہلا قدم

[www.iqbalkalmati.blogspot.com](http://www.iqbalkalmati.blogspot.com)

دھرتے ہیں



# آؤہم پہلا قدم دھرتے ہیں

از

عمیرہ احمد

ناول کا آغاز

وہ آہستہ سے دروازہ کھٹکے اس کے کمرے میں داخل ہو گئیں۔ وہ بیڈ کے پاس کرسی پر بیٹھا ہوا کچھ پیچہ زونچہ دھما تھا۔ وہ انہیں اس وقت اپنے کمرے میں آتے دیکھ کر حیران ہوا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو تانی بی کے کمرے میں امی کو سلام کر کے آیا تھا۔

کیا بات سہمی آپ سوئی نہیں اس نے پوچھا تھا۔

ای کوئی جواب دینے بغیر اس کے پاس بیڈ پر بیٹھ گئیں۔

کیا بات سہمی اس نے ٹوٹی بار ماں کا چہرہ غور سے دیکھا تھا۔ ان کا چہرہ مستحوا تھا۔ شاید وہ روئی بھی تھیں۔ یہ چیز اس نے تانی کے کمرے میں نوٹ نہیں کی تھی اور یہ نوٹ کرتے ہی اس کی بے چینی اور اضطراب میں اضافہ ہو گیا تھا۔

ای کیا معافی سے کوئی جھگڑا سہمی اس نے ماں کی خاموشی پر ایک اور سوال کیا تھا۔

نہیں۔ کوئی جھگڑا نہیں سہمی اس دن بات کر رہے تھے کہ کوئی گھر لے سکے سوا الگ رہنے کے لیے

سوا تو معیض نے کھوتی موٹی غوروں سے ماں کے چہرے کو دیکھا۔

تو بھر لے لو۔ میرا خیال ہے اب تمہیں الگ ہی رہنا چاہئے اور پھر اس طرح تمہیں بھی سہولت ہو جائے گی۔ ان کے لیے جس جیب سی ٹھاسٹ خود دی تھی۔

یہ اپنا کھ آپ جانے پر راضی کیسے ہو گئیں، پہلے تو آپ ماں ہی نہیں رہی تھیں۔

وہ کچھ حیران ہوا تھا لیکن وہ جواب میں چپ سا رہ کر رہ گئی تھیں۔ کیسے بنا دیتیں آئی بھائی کی باتوں نے ان کا دل چیر کر رکھ دیا تھا۔

معیض دس سال کا تھا جب وہ بیڈ ہو کر بھائی کے در پر آ بیٹھی تھیں۔ ان کے تین بھائی تھے جو پہلے کھنارہ تھے اور بعد میں انہوں نے اپنے پورشن الگ کر لئے تھے۔ عدت کے پوار حوتے ہی بھائی انہیں لینے آ بیٹھے تھے۔ لیکن وہ معیض کو ساتھ نہیں لانا چاہتے تھے اور ماہر معیض کو چھوڑ چاہتے تھے اور ان کی یہ ضد ہی معیض کو ان خیال لانے کا سبب بنی تھی۔ وہ شادی کے پانچ سال بعد بیٹھا ہوا تھا اور ان کا اگلا بیٹا تھا ان کے شوہر حاضر مسئلہ میں کسی فرم میں انجنیئر تھے اور وہ بھی اپنے والدین کے کھوتے بیٹے تھے۔ شادی کے چند سال انہوں نے پیسہ ایک مستقل بھاریں گزارے تھے۔ روپے پیسے کی دہل چلی تھی اور ساس سر پر ہاتھ دالے تھے۔

معیض شادی کے پانچ سال بعد بیٹھا ہوا تھا اور جیسے میں سو نے کانچے لے کر بیٹھا ہوا تھا۔ کون سا بازو دھڑکتا تھا جس کا نہیں اٹھا یا گیا تھا۔ وہ صرف ماں باپ کا ہی نہیں بلکہ خالوں اور ماموں کا بھی چہیتا تھا اور سوا کیوں نہ اس وقت رابعہ کے پاس بے تحاشہ دپہ تھا جو وہ کھلے دل سے اپنے بھائے بھانجیوں پر لگاتی تھی۔ الا انہیں نے معیض کو اس طرح کا زائقہ جیسے اکثر کھوتے سے بگڑتے ہیں۔ وہ تعلیم میں اچھا تھا لیکن آٹ اسٹینڈنگ نہیں تھا اور ضد میں تو کوئی اس کا ثانی نہیں تھا جو بات ایک بار اس کے منہ سے نکل جاتی وہ جیسے پتھر پر ٹکیر ہو جاتی۔ دنیا اور برکی اور ہر ہونستی تھی مگر وہ نہیں لیکن

راہب کی ذمہ داری اٹھانے پر تیار نہیں تھے۔ راہب کی ساس بچنے ہوئے انہیں چھڑ کر چلی گئی تھیں۔

سب کچھ بدل گیا۔ کچھ بھی پہلے جیسا نہیں رہا۔ بھائیوں کے پاس آ کر راہب کو پہلا احساس یہی ہوا تھا۔ جنت اور حالات کے بدلنے کے ساتھ ہی لوگ بھی بدل گئے تھے۔ وہی بھائی بھابھیاں جو انہیں بلانے کے لئے مسطور فون کیا کرتے تھے۔ اب

انہیں گھراٹے کے بعد یہ طے کرنے میں مصروف تھے کہ وہ کس کے پاس رہیں گی اور انہیں خرچ کون دیا کرے گا۔ کچھ جنت گزرنے کے بعد انہوں نے راہب پر دوسری شادی کے لئے دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ لیکن یہ صرف ایک ایسی چڑچڑی حس پر راہب کوئی دباؤ برداشت کرنے پر تیار نہیں ہوتی تھیں۔ بھیران کے لئے کیا تھے اور ان کے ساتھ گزارے ہوئے سترہ سال وہ کبھی فراموش نہیں کر سکتی تھیں۔ ان کے بھائی پر بھگتے سے قاصر تھے راہب کی ضد کے سامنے وہ جھک تو گئے تھے مگر ان کے درد پند و زہد بڑے بڑے ہوتے گئے تھے۔ وہ کئی کئی دن انہیں غلط نہ کرتے۔

بھابھیاں جو بات بڑا دباؤ نہیں کھتی تھیں وہ دالوا۔ طہر پر کہہ جاتی تھیں۔ ان کی ماں خود بھی جنوں اور سہوؤں کے درمیان کمر پڑ تھیں۔ وہ بوش انہیں صرف ممبری تلقین کیا کرتی تھیں۔

انہیں وہ جس جو بھائیوں کے گھر آتیں تو کوشش کرتیں راہب سے ملنے پر جلی جاتی تھیں کیونکہ راہب کے ساتھ زیادہ گرم جوشی برتنے کا مطلب یہ ہوتا کہ انہیں پہلے بھابیوں اور

اس جنت کسی کو اس کے حصے اور مدد پر پریشانی نہیں ہوتی تھی۔ وہ لاکھوں کی جائیداد کا اکٹھا جائزہ تھا پھر کون تھا جو اس میں نقصان لگنے کی حالت کرتا۔ ان ہی دنوں راہب نے اپنے چھوٹے بھائی کی بیٹی سحر سے صبر کی نسبت طے کر دی تھی۔ دونوں خاندان اس رشتے پر بہت خوش تھے۔

صبر اس وقت آٹھ سال کا تھا جب یہ ہونا کاشف ہوا تھا کہ ناصر کو بھیچروں کا کیسٹریس ہے۔ یہ شخصیت ہو جانے کے بعد انہیں ملازمت سے ریڑز کر دیا گیا۔ راہب پر جیسے ایک قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ انہیں ملازمت ختم ہونے کا افسوس نہیں تھا۔ انہیں تو صرف ناصر کی صحیح پائی کی فکر تھی۔ ناصر کو ساتھ لئے وہ باہر کے ممالک میں علاج کے لئے پھرتی رہیں لیکن مختلف آپریشن کے بعد بھی کیسٹریس نہیں ہو سکتا پیدائی چلا گیا۔ پھر ان ہی دنوں ایک ٹریکک حادثے میں ان کے سر کا انتقال ہو گیا۔ راہب جیسے ایک بار پھر دور اسے پر آن کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ اپنی ساس کے ساتھ مسقط سے پاکستان شفٹ ہو گئیں پھر حیدر آبادی ساس کے پاس چھوڑ کر وہ ایک بار پھر ناصر کو علاج کی خاطر انگلینڈ لے گئی تھیں۔ روپیہ پانی کی طرح بہانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسقط کی طرح پاکستان میں بھی ان کی جائیداد بک گئی۔ جو روپیہ اکٹھا کرنے میں ناصر اور ان کے باپ کو چالیس سال لگے تھے وہ صرف دو سال میں ختم ہو گیا تھا اور جب وہ دو سال ختم ہوئے تو ناصر بھی ختم ہو گئے تھے۔ راہب کے لئے مصیبتوں کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان کی ساس کو بھی اپنے بھائیوں کے پاس جانے اور ان کے بھائی صبر اور

تھا۔

اور ان ہی انتہاؤں سے خروار زما ہوتے ہوئے پتہ نہیں کم ان کی توجہ میو سے ہٹ گئی تھی۔ وہ ہر وقت کسی نہ کسی بھابھی کا کوئی نہ کوئی کام کر رہی ہو تھیں اور اس ساری جدوجہد کا لاپتہ ہ یہ تھا کہ کوئی نہ کوئی ان کے اخراجات پر سے کر دیتا تھا۔ اسی بھابھی کا دوسرا بیٹا تھا۔ وہ نہیں چلا کہ میو ذلتی طور پر پانچ ہو گیا۔ اس نے بلاشبہ باپ کی پیاری اور موت کو بے حد محسوس کیا تھا اور وہ بہت خاموش رہنے لگا تھا۔ شروع میں اسے ماموں کے گھر آ کر رہنا بہت اچھا لگا تھا کیونکہ اسے ہمیشہ سے یہاں آنا پسند تھا کیونکہ یہاں اس کے ساتھ کھیلنے کو بہت بچے ہوتے تھے اور پھر اس کے بہت ناخزے بھی اٹھائے جاتے تھے۔

لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسے پتہ چل گیا تھا کہ پہلے اور اب کے رہنے میں بہت فرق تھا۔ اب اسے اذیتا جاتا تھا۔ اس کے کاموں میں داک ٹوک ہوتی تھی۔ شروع میں اس کے کزنز اس کے ساتھ بہت فریبنگ تھے لیکن اپنے ماں باپ کے بدلتے صوے رویوں کا اثر ان پر بھی ہوا تھا اور انہوں نے اپنے نظریہ انداز کو شروع کر دیا۔ پہلے

پہلے اسے یہ سب کچھ نہیں آیا مگر جب اس نے اس سب پر سوچنا شروع کیا تو آگہی کے سنے سنے اور اس پر کھلتے پہلے گئے۔ سارے فرق اس کی سمجھ میں آنے لگے تھے اور وہ جیسے شک میں آتا چلا گیا تھا۔ بہت خاموش طور پر اس میں تبدیلی آنے لگی تھی۔ اس نے آہستہ آہستہ اپنے کزنز کے ساتھ کھیلنا چھوڑ دیا کیونکہ وہ خود کھانے کے برابر کا نہیں سمجھتا تھا۔ وہ

بھائیوں کی بے وفائی کا سامنا کرنا پڑتا، وہ جیسے بھی وہ جس سوشل انٹینس کی حالت تھیں وہ متقاضی تھا کہ وہ صرف بھائیوں ہی سے میل جول رکھیں۔ وہ اب تو اب وہ انٹینس کھوجی تھیں اور دوبارہ اسے حاصل کرنے کا دور درنگ امکان نہ تھا۔ لیکن جو بھی تھا۔

راہیہ کا موصول اور میر کمال کا تھا۔ انہوں نے بھی کسی سے شکوہ نہیں کیا۔ ایک چپ کی مہر تھی جو انہوں نے اپنے حوصلوں پر لگائی تھی۔ انہوں نے گھر کی پوری ذمہ داری اپنے کندھوں پر اٹھا لی تھی۔ ان کے بڑے بھائی کے گھر وہ تین ملازم تھے اور وہی سارا کام لیا کرتی تھیں جیسے وہ اپنے بھائی کی پاؤں کپہر ہوں۔ ان کی خدمت کے عوض انہیں ہر پانچ اور تین وقت کا کھانا میسر تھا۔ ہر ماہ ان کو ایک بھائی بڑا روپے دے جاتا

اور وہ انٹینس بڑا روپے ان میں اپنے اخراجات پر سے کرنے کی کوشش کرتی تھیں ان کے ذاتی اخراجات کچھ نہیں تھے۔ ہاں میو کا خیال انٹینس رکھنا پڑتا تھا۔ وہ اسی اسکول میں داخل تھا جہاں ان کے بھائیوں کے بچے داخل تھے۔ اس میں ان کے بھائیوں کا کوئی کمال نہیں تھا۔ اپنی ساس کے ساتھ پاکستان منتقل ہونے کے بعد انہوں نے خود بھی اس اسکول میں داخل کر دیا تھا کیونکہ جب ان کے پاس روپے کی کمی نہیں تھی۔ لیکن اب انٹینس اسکول کی فیس اور دوسرے اخراجات پورے کرنے کے لئے جوجہن کرنے پڑتے وہ ان کا دل ہی چاہتا تھا۔ اتنی تعلیم پلاؤ تو وہ جیس نہیں جو ابھی چاہ رہی تھیں اور اگر تعلیم پلاؤ تو جیس بھی اب ان کے بھائیوں کی غیرت کو بے گوارا نہیں ہوتا کہ وہ کوئی چاہ کریں۔ ایک سے بڑھ کر ایک امتحان انٹینس درجیشن

پہلے والی ضد بکسر فتم ہو گئی تھی۔ اسے ماں کی بے وقوفی کی شکایت بھی نہیں رہی تھی۔

وہ اسکول سے آ کر کسی کونے میں اپنا بیگ لے کر بیٹھ جاتا اور ہوم ورک کرتا رہتا، جب ہوم ورک فتم ہو جاتا تو ڈارلنگ کرنے لگتا اور جب اس میں دلچسپی فتم ہو جاتی تو کوئی کتاب نکال کر پڑھنے لگتا، ماسٹر بڑے میں اب اس کے گریڈز بہت اچھے آنے لگے تھے۔ ہر پاراں کا رزلٹ کارڈ نکد کر راجہ کا بیروں خون بڑھ جاتا۔ انہیں لگتا تھا کہ اس کو ڈاکٹر بنانے کا خواب پورا ہونے والا ہے۔

میز کے حراج میں ہونے والی تبدیلیوں کا احساس انہیں پہلی مرتبہ چھ ہوا تھا۔ جب وہ ایک صبح اسے اتھا گاڑی گاڑی تک چھوڑنے پہلی گئی تھیں۔ وہ انہیں خدا حافظ کہہ کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ ان کے بھائی کے بچے ابھی تک نہیں پہنچے تھے۔ وہ بلا مقصد ہی کھڑی رہیں۔ پھر کچھ دیر بعد ان کے بھتیجے اور بھتیجیاں آ گئی تھیں۔

تم آگے ہو کر فتمو، کھڑی کے پاس میں بیٹھوں گی۔ میں تمہیں روز کیتا ہوں پھر تم پراٹر کیوں نہیں دیتا۔

ان کے سب سے چھوٹے بھتیجے نے آتے ہی بڑی بدتمیزی سے دروازہ کھول کر میز کو جھڑکنے ہوئے کہا تھا۔ راجہ ڈارگنی تھیں کہ میز ابھی ٹاٹا شروع کر دے گا اور اسے خدشے کے فٹیش ٹھروہ گاڑی کے پاس آگئی تھیں مگر میز بے حد خاموشی سے آگے سرک گیا تھا۔ ان کے سارے بھتیجے اور بھتیجیاں گاڑی میں سوار ہو گئی تھیں اور وہ ان کے

درمیان سکڑا ہوا سر جھکائے بیٹھا تھا۔

گاڑی ہال پر ہی تھی اور راجہ کے کمال آنسوؤں سے بھیسنے لگے تھے۔ انہیں یاد تھا وہ ہمیشہ کھڑکی کے پاس ہی بیٹھتا تھا اور کسی میں اتنی بے فتم نہیں ہوتی تھی کہ وہ اسے وہاں سے ہٹا دیتا اور اب میز کی اطاعت گزار نے انہیں خوش کرنے کے بجائے ان کا دل چھید دیا تھا۔ جب ماسٹر زہدہ تھے تو بعض دفعہ وہ میز کی ضد اور فتم سے لگ آ کر ہر ایک سے پوچھتی رہیں کہ وہ اسے کیسے ٹھیک کریں اور جب ان کی مشکل حل ہو گئی تھی تو وہ رو رہی تھیں۔ اسی دن اسکول سے واپس آنے کے بعد وہ یہاں نے یہاں سے میز کو پیار کرتی رہیں۔

میز واقعی بدل گیا تھا۔ اس بات کا یقین انہیں تب ہوا تھا جب چند روز بعد ایک روز صبح اسکول جاتے ہوئے انہوں نے اسے پاکٹ مٹی دینے کی کوشش کی۔

نہیں ابی اب میرا روپے خرچ کرنے کو دل نہیں چاہتا۔

بڑی عجیب گی سے اس نے ماں کا ہاتھ پیچھے کر دیا تھا۔ اس کے الفاظ پر جیسے راجہ کا سانس ہی رک گیا تھا۔

کیوں دینا

بس دینے ہی تک شاپ آتے جاتے بہت وقت لگ جاتا ہے پھر وہاں رش بہت ہوتا ہے ساری ریک تو اٹھا دینے ہی گزر جاتی ہے پھر پاکٹ مٹی کا کیا فائدہ۔

وہ اپنا اسکول بیگ بند کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ راجہ بے فتمی سے اس کا چہرہ دیکھ رہی

تھا۔ بھر جب وہ میٹرک میں آیا تو اس کے باہر رہنے کے اوقات بھی بڑھ گئے۔ لیکن راہب بھر بھی مطمئن نہیں۔ پتا نہیں انہیں یہ کیوں نہیں لگا کہ وہ کہیں کوئی ناکام نہ کر رہا ہو، مگر وہ جب بھی ہوتا کسی نہ کسی کو کوئی نہ کوئی کام یاد آتا رہتا اور وہ بار بار اندر باہر کے چکر لگا تا رہتا۔ اب راہب کی بھی یہی خواہش ہوئی تھی کہ وہ باہر ہی رہے۔ کم از کم باہر وہ اطمینان سے پڑھتا تو ہوگا۔

میٹرک کے امتحانات میں وہ شاندار نمبروں سے کامیاب ہوا تھا اسکول میں پہلی پانچ پوز میٹرک لینے والوں میں سے ایک وہ بھی تھا۔ راہب کو ان کی منزل اور قریب نکلنے لگی تھی۔ راہب کے بھائیوں اور بھائیوں نے انہیں مبارکباد دی تھی لیکن بھجے دل سے کیونکہ ان کے بچوں میں سے جنہوں نے میٹرک کا امتحان دیا تھا وہ بالکل پاس ہی ہوئے تھے۔ پھر اسی شام ان کے بڑے بھائی نے ان سے پوچھا۔

اب صبر کرنے آگے کیا کرنا ہے

آگے کا کچھ میں اپنے پیش لے گا۔ راہب نے بے حد غشی سے کہا تھا کہ نہ پہلی بار بھائی نے اتنی دلچسپی سے صبر کے بارے میں پوچھا تھا۔

کا کچھ میں اپنے پیش لے کر دو کیا کرے گا اب وہ اتنا بڑا ہو چکا ہے کہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو جائے اس سے کہا اب میرے پاس جیٹری آ جا یا کرے۔ صبر کرنے کا اتنے روپے تو میں اسے دے ہی دوں گا کہ وہ پچھو رہا ہو اس کا اصرار تھا۔

راہب نے گم گم ہو کر بھائی کو دیکھا تھا۔ ان کے لیے میں ایک عجیب سی چیز اری تھی۔ یہ وہی

تھی۔ وہ روپے خرچ کرنے کا کتنا شوقین تھا وہ اچھی طرح جانتی تھی۔ وہ جب سے اس اسکول میں آیا تھا تب سے روز پانچ اس روپے لے کر جاتا رہا تھا تب بھی اس نے یٹلین کے دو روپے کا روٹ نہیں دیا تھا بھر اب کیا بات ہو گئی تھی۔ راہب کو اپنی بے چارگی کا شہادت سے احساس ہوا تھا۔

آخر میں کلاس تک آتے آتے وہ بالکل بدل چکا تھا۔ اس میں پہلی والی کوئی بات نہ رہی تھی۔ اس کا فطری بالکل ختم ہو چکا تھا۔ ماموں کی ذات ڈپٹ کو وہ بڑی خاموشی سے سنتا تھا۔ اس نے بھی مامیوں کی کسی بات کا برا نہ مانا نہ ہی کبھی وضاحتیں پیش کرنے کی کوشش کی۔

اس کے چہرے کے نشوونما بہت عام سے تھے اور محنت بھی سادہ تھی۔ اور یہ وہ تھا بھی دہلا پٹا اور کسی نہ کسی بات پر وہ اپنے کزنز کے مذاق کا نشانہ بننا ہی رہتا تھا مگر اس نے کبھی پلٹ کر کسی کو جواب نہیں دیا۔ وہ بڑی خاموشی سے سب کی باتیں برداشت کر لیتا تھا۔ ماموں کے گھر کی دوسری منزل پر موجود اسٹور کو اس نے اپنے کمرے کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا تھا اور سارا دن اپنے کمرے میں ہی گھس رہتا۔ پھر اچانک اس نے زیادہ وقت گھر سے باہر رہنا شروع کر دیا۔

ماں کے اشتہار پر اس نے کہہ دیا کہ وہ اپنے دوست کے ساتھ چلا جائے۔ پھر جیسے گھر سے باہر رہنا اس کا معمول بن گیا تھا۔ راہب کو بیش اس کی بات پر یٹلین آ جاتا کہ وہ دوست کے ساتھ چلا جائے۔ کیونکہ گھر آنے کے بعد بھی وہ زیادہ وقت کتا میں لے کر ہی بیٹھا رہتا

وہ ان کی بات پر بڑے عجیب انداز میں ہنسا تھا۔

ایں سارے خواب پورے نہیں ہوتے اور جب بڑا چل جائے کوئی پورا نہیں ہو سکتا تو اس کا کچھ چھوڑ دینا چاہئے یہ زندگی میں سکون کے لیے بہت ضروری ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا میں ڈاکٹر بنائیں چاہتا تھا بالکل چاہتا تھا لیکن جب میں نے آپ کو نہیں اور دوسرے افراد بات کے لیے دوسروں کی منت مانت کرتے دیکھا تو میں نے اپنے دماغ سے ایسے سارے خواب نکال دیئے۔

تم ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو۔ یہ سب کیوں سوچتے ہو تم صرف اپنی انہیں کے بارے میں سوچو مگر بات کی محرمت کرو۔

وہاں کے چرے پر نظریں گاڑے کھڑا تھا۔ ڈاکٹر بننے کے لیے لاکھوں روپے چاہیے کہاں سے لائیں گی آپ انکار دیتے ہیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو ڈاکٹر بن کر دکھا دوں گا۔ اس بار میں نے بڑے ٹھنک لیے میں ماں سے کہا تھا۔

میں نے اس کی روپیہ چاہے مجھے بھانپ لیں گی کیوں نہ کرنی پڑیں۔

ایں یہ دھار بڑا کی بات نہیں ہے۔ لاکھوں کا معاملہ ہے۔ آپ کیوں اس لٹاؤ جی کا شکار ہیں کہ آپ کے بھائی آپ کو نو روپیہ دے دیں گے۔ دو سوچ رہے ہیں کیوں خرچ کریں گے اس سے انہیں کیا فائدہ ہوگا۔ میں ان کی اپنی اولاد نہیں ہوں۔ آپ بھی یہ بات سمجھیں اور خدا کے لیے ان خواہشوں سے اجرا جائیں اور غرض کریں۔ میں ڈاکٹر

بھائی تھا جو کسی زمانے میں کہتا تھا کہ معذور کو ڈاکٹر بننا چاہئے کیونکہ خاندان میں کوئی ڈاکٹر نہیں ہے۔ راہروی آگھیں بھرا نہیں۔

نہیں بھائی جان ابھی اس نے پڑھا ہی کیا ہے۔ آج کل غلطی میٹرک کو کون پڑھتا ہے۔ ابھی تو اس نے آگے پڑھنا ہے۔ پھر اسے شوق بھی ہے۔ اگلے لکھے میں لیا ہوا تھا۔ ان کا بھائی خاموش رہا تھا مگر اس نے جن نظروں سے راہرو کو دیکھا تھا وہ راہرو کے وجود کو بھاری بنا گئی تھیں۔ بیٹے کی کامیابی کی ساری خوشی یک دم ختم ہو گئی تھی۔ لیکن سچ معنوں میں قیامت تو ان پر چھوٹی تھی جب معجز نے بھی کالج میں داخلہ لینے سے انکار کر دیا تھا۔

مجھے پڑھ کر غصہ ہوا تھا۔ میں کوئی کام کرنا چاہتا ہوں۔

راہرو اس کی بات سن کر اپنے کانوں پر یقین نہیں آتا تھا۔

معجز تم کیا کہہ رہے ہو؟ ان کا لکھنے میں ڈاکٹر بننے کی شہینہ تھی۔

ہاں ای میں اب پڑھنا نہیں چاہتا۔ میں کوئی کام کرنا چاہتا ہوں آ خر جب تک ہم دوسروں کا کھاتے رہیں گے اس سے بھر پور طریقہ اپنی بات دہرائی تھی۔

کیا کام کرو گے؟ میٹرک پاس کو کون ملازمت دیتا ہے اگر تمہیں دوسروں کے نظروں پر پلنے کا اندھا احساس ہے تو کچھ بن کر دکھاؤ۔ اسی لیے کتنی بھول اپنی تعلیم جاری رکھو۔ ڈاکٹر بنو۔ تم نہیں جانتے تمہارے باپ کو کتنی خواہش تھی کہ میں ڈاکٹر بنانے کی۔ کتنے خواب دیکھے تھے انہوں نے تمہارے لیے۔



طرح چہرے کو ہاتھوں سے ڈھانپے رہتی رہیں۔

میرے ساتھ ایسا مت کریں ای تم از کم آپ تو یہاں نہ کریں، آپ کو کیا لگتا ہے۔ کیا مجھے تعلیم چھوڑ کر خوشی ہوگی۔ میرا دل جانتا ہے یہ فیملی میں نے کس طرح کیا ہے لیکن میں کیا کروں۔ میں آپ کی طرح آنکھیں بند کر کے نہیں بیٹھ سکتا۔ یہ گھر یہ لوگ اب مجھ سے برداشت نہیں ہوتے۔ میں یہاں سے لگتا چاہتی ہوں۔ میں اب ہاں کا کوئی احسان نہیں لینا چاہتا ای مجھے اپنے وجود سے گھن آتی ہے۔ مجھے لگتا ہے جیسے کوئی آتا ہوں جسے یہ لوگ درودقت کی روٹی دیتے ہیں۔ آپ کیوں آتی تھیں یہاں؟ آخر کیوں آتی تھیں ان لوگوں کے پاس۔ میرا پاپ ہی مرا تھا دنیا تو ختم نہیں ہوتی تھی۔ آپ کو یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔ آپ کہیں محنت مزدوری کر لیتیں۔ کہیں برتن دھو لیتیں۔ کسی گھر میں کام کر لیتیں مگر مجھے یہاں کبھی نہ لائیں۔

وہ پہلی بار مجھ کو اس طرح بلکتا دیکھ رہی تھی۔ اس کے آنسو دیکھ کر وہ اپنا دونا بھول گئیں تھیں۔ انہوں نے مجھ کو آسانئیں دینے کے لیے اپنے بھائیوں کے در پر آنا پسند کیا تھا اور آج وہی جیٹا اس آرام و آسائش سے نفرت کر رہا تھا۔

ای یہ دیکھیں میرے ہاتھوں کو دیکھیں۔ کیا آپ کو نہیں لگتا کہ یہ ایک مزدور کے ہاتھ ہیں۔ پچھلے تین سالوں سے کام کر رہا ہوں اور اب محنت کے علاوہ مجھے کچھ سوٹ نہیں کرے گا۔ وہ اپنے ہاتھ ان کے سامنے پھلائے کہہ رہا تھا۔ راجہ جی رانی سے اس کا چہرہ ادکچہ رہی تھیں۔

ہن بھی جاؤں جب کبھی کیا ہوگا۔ پہلے باؤس جاب کے لیے سفارشیں ڈھونڈوں گا لیکن جاب کے لئے ہر مارگر بغیر سفارش کے جاب مل ہی جائے تو اس سے کیا ہوگا۔ وہ چار پانچ ہزار روپے میں کیا کروں گا۔ نہیں ای جو مجھے چاہئے وہ چار پانچ ہزار سے بہت زیادہ ہے۔ میرے ڈاکٹر بٹنے سے کچھ نہیں ہوگا۔

راجہ جی کا بہت بڑی ہوئی اسے دیکھ کر جاری تھیں، انہیں لگا تھا سات سال پہلے والا صبر واپس آ گیا تھا۔ ضد کرنے والا، کسی کی نہ سننے والا، اس کے لہجے میں اتنی ہی قلعیت تھی۔ وہ اپنے لہجے سے کسی طرز بھی چہرہ سال لڑکا نہیں لگے۔ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر انہیں جو تلخگی نظر آتی تھی۔ وہ تو انہوں نے کبھی کسی چیز پر مرے آدمی کے چہرے پر بھی نہیں دیکھی تھی۔ راجہ کو سب سے تھکا ہوا آتا۔

جسمیں تعلیم دلوانے کے لیے ہی تو میں یہ سفارشات سہ رہی ہوں مگر مجھے یہ معلوم ہوتا تو کہ تم بھی میرے ساتھ دوسروں والا سلوک کرو گے تو میں بھی ای وقت خود غشی کر لیتی جب تمہارا پاپ مرا تھا۔

وہ کہتے کہتے رونے لگی تھیں۔ وہاں کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر بے چینی ہو گیا۔ بے اختیار وہاں کے پاس آیا اور ان کے ہاتھ چہرے سے پھلانے لگا۔

ای میری طرف دیکھیں۔ پلیز میری طرف دیکھیں۔ اس کی آواز میں الجھا تھی۔ کیا دیکھوں۔ میں تمہاری طرف کیا دیکھوں۔ جسمیں دیکھ کر مجھے کیا مل جائے گا؟ وہ ای

نہیں رہی تھی۔ پہلے وہ اس لئے گھر کے کاموں میں جتنی رہتی تھیں کیونکہ انہیں میو کے اخراجات کے لیے روپوں کی ضرورت ہوتی تھی اور یہ روپے وہ ان سے لیتی تھیں لیکن اب یک دم انہیں روپے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ میو اپنا سارا خرچ خود اٹھاتا تھا اور انہیں بھی ہر ماہ اسے روپے دے دیتا تھا کہ انہیں کسی دوسرے سے روپے مانگنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔

انہوں نے صرف ایک بار اپنے بھائیوں سے روپے لینے سے انکار کیا تھا اور ان کے بھائیوں نے دوبارہ جھوٹے منہ انہیں روپے لینے کے لیے نہیں کہا تھا۔ شاید وہ بھی اس ذمہ داری سے جلد از جلد جان چھڑانا چاہتے تھے اور اب آہستہ آہستہ انہیں میو صحیح لگنے لگا تھا۔ وہ مرد تھا، عمر اور حقہ میں ان سے کم ہی کسی مگر ہر حال چڑاوت کی آنکھ سے دیکھنے والی عورت نہیں تھا۔ اب انہیں احساس ہونے لگا تھا کہ جو بھائی ہر ماہ انہیں ہزار روپے انہیں دیتے دیتے تنگ آ گئے تھے، وہ انہیں اس کی میڈیکل کی تعلیم کے اخراجات کے لیے لاکھوں روپے کہاں سے دیتے۔

انہیں میو کا کچھ پتا نہیں چلتا تھا کہ وہ کب گھر ہوتا ہے اور کب نہیں۔ اکثر وہ رات کے گیارہ بجے آتا اور جب ماموں اس کو گھر کھڑے تو وہ اور رانا ماما کا کہہ دیتا۔ اب وہ کھانا بھی وہاں سے نہیں کھاتا تھا، اگر کبھی چھٹی کا دن ہوتا تھی تو وہ اپنا کھانا باہر سے لے کر آتا اور ماں کو کچھ ساتھ بٹھا لیتا۔ پھر آہستہ آہستہ روپے سب اچھا لگنے لگا تھا جسے کی کافی ٹھنڈی سی مگر پوری طرح ان کی تھی، انہیں اس روپے کو خرچ کرتے ہوئے سوچنا نہیں پڑتا تھا۔ انہیں اس

مہینہ کام کرتے ہوئے راہو نے بے چینی سے اس سے پوچھا۔

ہاں میو کے لیے میں ایک عجیب سا کارفرما میں نے کام اس وقت شروع کیا تھا جب میں آٹھویں کلاس میں تھا۔ میرے دوست کے باپ کی لپڈر کی ٹینکس کی ٹیکسری ہے، وہاں میں نے لپڈر ٹینکس کی ٹیکس اور سلائی بھی ہے۔ میں آپ سے کہتا تھا کہ

میں اپنے دوست کے ساتھ پڑھتا ہوں۔ میں پڑھتا ہوں تھا میں یہ کام سیکھنے جاتا تھا اور اب تو میں پارت ٹائم کام کر کے ہزار پڑ پڑ کر مال لیتا ہوں اور امی مجھے سب کچھ کرتا ہے جو میں کر رہا ہوں۔ میرے لئے اب آپ کو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے نہیں پڑیں گے۔

اس نے ہنستے ہوئے چہرے کے ساتھ ان کے ہاتھ پکڑ لئے تھے۔

میں کوئی غلام کام نہیں کر رہا تھا آپ اس طرح رو رہی ہیں۔ آپ کو تو خوش ہونا چاہیے کہ میں اپنی ذمہ داریاں اٹھانے کے قابل ہو گیا ہوں۔ مجھے ابھی آپ کے لیے بہت کچھ کرنا ہے اگر آپ اس طرح میرے سامنے میں دیواریں کھڑی کریں گی تو میں کیا کروں گا۔

میو جیسے منت کر رہا تھا۔ راہو کچھ کہنے کے قابل نہیں رہی تھی۔

ٹھیک ہے۔ تم جیسا چاہتے ہو یہی کر دو۔

یہ واحد جملہ تھا جو راہو کے منہ سے نکلا تھا اور پھر وہ کمرے سے نکل گئیں۔ راہو کے دل میں جیسے جوار بھٹا تھا، اُن اُن کے سارے خوابوں کے چٹان چوہوں نے کاٹا تھا۔

عجیب سی ہنسی تھی جو راہو پر جاری ہو گئی تھی۔ اب انہیں گھر کے کاموں میں دلچسپی

تھیں کہ وہ جتنا ہو کر ان سے بالکل لاپرواہ ہے اور انہوں نے اتنے سالوں سے انہیں اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔

سال گزرنے کے بعد وہ جس خاموشی سے باہر گیا تھا اسی خاموشی سے وہ واپس آ گیا تھا ایک بار پھر وہ پہلے کی طرح اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔ لیکن اب وہ پہلے کی نسبت زیادہ مطمئن اور خوش نظر آتا تھا۔

ای جھٹ آپ سے ایک بات کرنی ہے

اس دن وہ ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا تھا۔

جہاں میں کام کرتا ہوں وہ جگہ یہاں سے بہت دور ہے۔ آنے جانے میں مجھے بہت پیسہ خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ میں سوچ رہا ہوں کیوں نہ ہیں قریب کوئی گھر لے لوں اور آپ کو بھی وہیں لے جاؤں۔ اس طرح مجھے اتنی دور نہیں آنا پڑے گا اور پھر مجھے گھر کی سہولت بھی ہوجائے گی اس نے اس سے کہا تھا۔

میں سمجھ رہی تھی وہاں کیسے جاسکتی ہوں۔ تمہیں معلوم ہی ہے تہباری نانی کی طبیعت اکثر خراب رہتی ہے۔ ان کا خیال میں ہی رکھتی ہوں اور اگر میں چلی گئی تو ان کی دیکھ بھال کون کرے گا اور ویسے بھی تم تو کام پر ملے جاؤ کرو گے پھر میں پیچھے سا رہوں کیا کروں گی ای ہم نانی کو بھی ساتھ لے جائیں گے۔

تمہارے ساموں پر کبھی گولہ نہیں کریں گے کہ اسی صبر سے ساتھ رہیں۔

سے یہ بھی نہیں کہتا پڑتا تھا کہ انہیں کسی چیز کی ضرورت ہے۔ وہ خود ہی ان کے لیے اکثر کچھ دیکھ کر لے جاتا تھا۔ کبھی کبھار وہ بھی کھانے کے لیے کچھ دیکھتا تھا۔ اب یہاں نہیں کر پاتی تھیں۔ وہ باہر گیا کرتا تھا۔ وہ مکمل طور پر نہیں جانتی تھیں مگر دعا ضرور کرتی رہتی تھیں کہ وہ کسی بری صحت کا شکار نہ ہو۔

چار سال اسی طرح گزر گئے تھے۔ صبر نے پراعت طور پر گریجویشن بھی کر لیا تھا۔

پھر ایک دن وہ ان کے پاس آیا۔

ای میری جیکری کے مالک مجھے ایک کورس کے لیے کورہ بھیجنا چاہتے ہیں۔

میں چاہتا ہوں آپ یہ بات کسی سے نہ کہیں بس سب سے یہ کہ دیں کہ میں کسی کورس کے لئے کراچی گیا ہوں۔

راجہ نے بغیر کسی تردد کے اس کی بات مان لی تھی۔ پھر وہ گھر یا چلا گیا۔ وہ انہیں خدا نہیں لکھتا تھا، اکثر فون پر بات کرتا تھا۔ جب پورا سال وہ گھر نہیں آیا تھی کہ عیدوں پر بھی تو ان کے بھائیوں نے کافی شکوک و شبہات کا اظہار کیا تھا کہ شاید وہ کسی غلط صحبت میں پڑ گیا ہے اور پتہ نہیں وہ واقعی کراچی کورس کر گیا ہے یا نہیں۔ انہوں نے راجہ سے اس کا کراچی کا پتہ دے لیا اور جیسری کا پتہ چسنے کی کوشش کی تھی جہاں وہ کام کرتا تھا مگر راجہ کو وہوں بھائیوں کا پتہ نہیں تھا۔ ان کے بھائیوں نے چند دن تک میسر کے بارے میں تشریش کا اظہار کیا تھا مگر کچھ دن گزرنے کے بعد وہ ایک بار پھر اسے بھول گئے تھے۔ مگر راجہ کی بھابھی انہیں یہ بتانا کبھی نہیں بھولی

وہ ان کی بات پر غصے سے نہیں دیکھنے لگا۔

ای دیکھیں مجھ سے روز روز یہاں نہیں آیا جاتا۔ کرائے پر بہت سے روپے خرچ ہو جاتے ہیں۔ پھر میں رات کو میرے ساتھ تو کاموں بھی اعتراض کرتے ہیں۔ کل انہوں نے مجھ سے کہہ دیا کہ اگر گھر آتی دیر ہو جایا کرے تو میں گھر آنے کے بجائے وہیں چیلری میں رک جاتا کروں۔ کیونکہ میرے دوسرے گھر آنے پر دوسرے لوگوں پر برا اثر پڑ رہا ہے۔ وہ کافی بے یقین تھا۔

میرے ہم ایسا کروم گھر لے لو فٹے میں دو تین بار مجھ سے ملنے آ جایا کرو۔ اس طرح تمہیں سہولت رہے گی۔

مجھ نے کچھ جوابی سے راہرو کو دیکھا تھا۔

یعنی ای آپ میرے ساتھ نہیں جائیں گی۔ پتا نہیں کیوں مجھ کو اس بات سے تکلیف پہنچی تھی۔

دیکھو مجھ میں تمہاری مافی کو نہیں چھوڑ سکتی۔ اسے عرصے سے انہوں نے ہمارا خیال رکھا ہوا تھا اب ضرورت کے وقت میں انہیں کیسے چھوڑ دوں پھر مجھے ساری زندگی تمہارے ساتھ ہی تو رہتا ہے۔

انہوں نے بڑے نرم لہجے میں اسے سمجھایا تھا وہ ہونٹ کھینچے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

لیجیک ہے ای لیکن اب آپ اپنی طور پر پھر چھوڑنے کی تیاری کریں۔ اب میں اتنا کام

لیتا ہوں کہ ہم دونوں الگ رہ سکیں۔

اس نے بڑے مستحکم لہجے میں کہا تھا۔ راہرو یکے ایک اسے دیکھتی رہیں۔ آج کوئی بار انہوں نے اس کا پیروا نہ کرنے سے دیکھا تھا وہ بہت خوبصورت نہیں تھا لیکن دراز قد اور سڈول جسم نے اسے بے حد پرکشش بنا دیا تھا۔ انہیں وہ بالکل نامرکی طرح لگا وہ بھی اس کی طرح دراز قد تھا اور انوش کے اعتبار سے بھی وہ نامر سے دھاپہ تھا۔ وہی گندری رنگ جس کی بنا پر وہ عجیب میں اپنے کزن کے تھوڑے کٹنا نہ بننا رہا تھا۔ وہ ایکس سال کا تھا لیکن اپنے قد و قامت سے اپنی عمر سے بڑا لگ رہا تھا۔ انہوں نے دل ہی دل میں اس کی انفرانٹری۔ جوان اور سعادتمند دنیا کی کسی قسمت اور کیا سہارا ہوتا ہے۔ پتا نہیں آج پتا چلا تھا۔ انہیں اچانک یوں لگنے لگا تھا جیسے وہ اب کسی کی مافی نہیں رہیں۔ اب وہ جب چاہیں اس گھر کو چھوڑ سکتی تھیں۔

مجھ سے دوسرے دن اپنا سامان لے گیا تھا اس نے انہیں بتایا تھا کہ ابھی وہ چیلری میں ہی رہے گا کیونکہ اس طرح اسے زیادہ آسانی ہو جائے گی۔ جاتے ہوئے وہ راہرو کے ساتھ اپنے ماموں کے پاس گیا تھا۔ جنہوں نے اس بات کا قطعاً ٹولس نہیں لیا کہ وہ کہاں اور کیوں جا رہا ہے۔ ہاں انہوں نے یہ ضرور کہا تھا کہ اب اسے اپنا گھر بنانا چاہئے جہاں اپنی ماں کو رکھ سکے۔ راہرو کو بیٹے کے سامنے بھائی کی اس بات پر بڑی کائنات صوفی تھی مگر مجھ نے ماموں کی بات پر قی کر کر بڑی فرماہرواری سے سر ہلا دیا تھا۔

دن آجستہ آجستہ گزر رہے تھے۔ مجھ اب چھب بھی ان سے ملنے آتا تو بہت تھوڑی دیر

راہو نے ماں کو شاکی نظر میں سے دیکھا۔

حوصلہ رکھو راہو میں تمہارے بھائی سے بات کروں گی۔

ان کی امانی نے جس طرح انہیں تسلی دی تھی اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ خود بھی اس رشتے کے بارے میں کچھ زیادہ پراسید نہیں تھیں۔ لیکن انہیں خود بیٹے سے بات کرنے کی کوشش نہیں کرنی پڑی۔ شام ہوتے ہی وہ دندنا تے ہوئے اپنی بیوی کے

ساتھ ان کے کمرے میں آ گئے تھے۔ نہ صرف وہ بلکہ راہو کے دوسرے دونوں بھائی بھی آ گئے تھے۔ انہوں نے راہو کے سلام کا جواب دیے بغیر کمرے میں داخل ہوئے۔ انہوں نے اپنی بیوی کا نام

کہا۔

بھائی جان آپ نے بچپن میں خود ہی۔

ان کے بھائی نے ان کی بات کاٹ دی۔ انہوں نے جھجکا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اس کی تم اپنے بیٹے کو کمرے پر تے پر رشتے کے لئے پیش کر رہی ہو۔ وہ ہے کیا بچہ؟ کیا وہ کسی بات میں بھری بیٹی کے برابر ہے۔ اس کی تعلیم دیکھو اور میری ایم اے پاس بیٹی کو دیکھو۔ وہ چار پانچ ہزار کمانے والا کارکن ہے۔ اور میری فیکٹری میں ایسے چالیس کارکن کم کرتے ہیں۔ وہ بھتیجی رقم ہر مہینے کمانا ہے۔ میں اپنی رقم ہر ماہ اپنی بیٹی کو خرچ کے لئے دیتا ہوں۔ باقی باتوں کو تم چھوڑو۔ تم کل دیکھو اپنے بیٹے کی۔ کیا وہ اس قابل ہے کہ میری بیٹی کے ساتھ کمرہ بھی ہو سکے اور رقم بچے نہیں پادار

کے لئے رکن تھا لیکن وہ کلر یا روز انہیں فون ضرور کرتا تھا۔ راہو کو اس کی کمی تو محسوس ہوتی تھی مگر وہ یہ سوچ کر خود کو تسلی دے لیتی تھیں کہ بہر حال وہ خوش تو ہے تا۔

پھر انہیں دنوں ان کے چھوٹے بھائی کی بیٹی سعدیہ کی بات طے کر دی گئی تھی۔ انہیں اس بات کا تپ تا چلا۔ جب ان کی بھانجی نے اپنی ساس کلاں بارے میں اطلاع دی تھی۔ راہو بھی اس وقت ماں کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ جیسے بھونچکا رہ گئی تھیں۔ بھائیوں کی تمام بے انتہائی کے باوجود انہیں پتا نہیں یہ بچپن کیوں تھا کہ وہ سعدیہ کی شادی میسر سے ہی کریں گے کیونکہ میسر کے ساتھ بچپن سے ہی اس کی نسبت طے تھی۔ مگر ایک بار پھر ان کی امیدیں ٹھٹھک گئیں۔

لیکن بھانجی سعدیہ کی نسبت تو بچپن سے ہی میسر سے طے ہے۔ آپ اس کا رشو کہیں اور کیسے کر سکتی ہیں۔ میسر سے اس کی نسبت آپ لوگوں کے صراہ پر ہی طے ہوئی تھی۔

راہو خاموش نہیں رہ سکی تھیں۔ بھانجی نے شکایتی ٹھنڈی سے انہیں گھورا اور کہا۔ کون سی نسبت اور کہاں کی نسبت وہ نسبت طے کرنے والے بھی تمہارے بھائی تھے اور یہ نسبت طے کرنے والے بھی تمہارے بھائی ہیں۔ تمہیں جو بھی کہنا ہے، وہ ان سے کہو مگر ایک بات ذہن میں رکھنا۔ سعدیہ کبھی بھی تمہاری بہن نہیں بن سکتی۔ میں اپنی بیٹی کو کوئی نہیں بیکل سکتی۔ تمہارا بیٹا ہے کیا وہ کہتے ہوئے تجزی سے اٹھ کر کمرے سے نکل گئی تھیں۔

اس کا برا بھلا کون سوچ سکتا ہے۔

وہ یہ کہ کر کے سے نکلے گی تھی۔ کسی دوسرے بھائی بھانجی نے ان کی حمایت میں ایک لفظ نہیں کہا تھا۔ نئے دوستوں سے جو تعزوی بہت اذیت تھی وہ بھی اس دن انہیں قسم ہوتی محسوس ہوئی تھی۔ اسی لئے آج جب تین دن بعد میزبان سے ملنے آیا تھا تو انہوں نے اسے گھر حاش کرنے کے لئے کہا تھا۔

لیکن اسی آخر بات کیا ہے۔ پہلے تو بالکل انکار کر رہی تھیں اور اب میزبان کی رضا مندی پر حیرانی ہو رہی تھی۔

بچے کے نرم لہجے پر خود پر غصہ کرتے ہوئے بھی ان کا بی بھرا آیا۔

سعدیہ کی مٹھی ہو گئی ہے۔ انہوں نے نیچلی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

تو اس میں رونے والی کیا بات ہے ماں کے آنسو اس کی سمجھ سے باہر تھے اور راہ کے لئے اس کا رویہ ایک کڑی کو بھی ایسا نہیں لگا تھا جیسے اسے کوئی غلام ہو۔

کیا سعدیہ کی مٹھی ہونے پر میرے لئے رونے والی کوئی بات نہیں ہے راہ کے لئے شاکی لہجے میں اس سے پوچھا۔

ہاں ابی آپ کے لئے رونے والی اس میں کیا بات ہے۔ آخر اس کی شادی تو اس کے ماں باپ نے کرنی ہی تھی بھر خاندان میں ابھی اور بھی لڑکیاں ہیں۔ کیا آپ سب کی مٹھی پر اس طرح روئیں گی

رہی ہو۔ تمہارے گھروں پر چل کر جوان ہونے والے کو کیا ہم ساری مزا ہے سر پر مسلا رہیں۔

باتیں نہیں مچھرتے جو وہ باری باری راہ کے دل میں گزرتے جا رہے تھے۔

میرا ہونے والا داماد اسٹنٹ کھڑے ہے اور تہہ راہ جاتا تو اس کا دل بھی نہیں ہے کہ کہیں چیز ای بھرتی ہو سکے۔

بھائی جان میں نے سعدیہ کا رشتہ نہیں مانگا تھا۔ آپ نے خود اس کا رشتہ دیا تھا جو باتیں آپ آج کہہ رہے ہیں وہ آپ کو پہلے سوچنی چاہئے تھیں۔ راہ کے لئے بھرائی ہوئی آواز میں ان سے کہا۔

ہر باپ اپنی اولاد کا اچھا ہی چاہتا ہے۔ اس وقت مجھے لگتا تھا کہ تمہارے بچے سے چاہ کر میری بیٹی کا مستقبل محفوظ ہو جائے گا لیکن تم تو اتنی احمق نکلیں کہ اپنا مستقبل محفوظ نہیں رکھ سکیں۔

میری بیٹی کا کیا نکلیں۔ جو کچھ تمہارے پاس تھا تم نے شوہر پر خرچ کر دیا ہے جانتے ہوئے بھی کہ اس کا مرض اطلاع ہو چکا ہے۔ تمہیں اتنی عقل نہیں تھی کہ بچے کے لئے ہی مکتبہ نہیں جو آج اس کے کام آتا لیکن تم نے تو سب کچھ ہر خرچ کر دیا اور تمہیں اس کا کیا فائدہ ہوا۔

ان کا بھائی انہیں عقل سکھا رہا تھا کہ وہ وہ بچہ بچا لیتیں اور شوہر کو مرنے دیتیں۔ وہ وہ بچہ بچے جمع کرنے میں اس کا کوئی رول نہیں تھا راہ کے دل چاہا کہ وہ ان سے پوچھیں کیا یہی مسئلہ وہ اپنی بیوی کو دینا پسند کریں گے۔ مگر انہوں نے صرف اتنا کہا تھا۔

لیجیک ہے بھائی جان مجھ سے قلعہ ہو گئی کہ میں سعدیہ کا ذکر لے بیٹھی۔ آپ سے بچھڑ

سعد یہ کوئی دھرمی لڑکی نہیں ہے۔ وہ لکچن سے تم سے منسوب تھی بھراپ۔  
ایک بار بھراپ کے آنسو چٹک پڑے تھے۔

وہ بے اختیار ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ اب اس کی سمجھ میں آ چکا کہ ماں کی اضروری کا سبب کیا تھا۔ اس کے ذہن میں کہیں دور دور تک بھی سعد یہ فوراً اپنی نسبت کا خیال نہیں تھا۔ کیونکہ اس نے سعد یہ کو کبھی اس نظر سے دیکھا ہی نہیں تھا۔ بلاشبہ وہ اس خاندان کی سب سے خوبصورت لڑکی تھی اور اسے اس خوبصورتی کا احساس بھی تھا وہ اگر ان حالات کا فائدہ نہ ہوتا تو شاید وہ بھی بری طرح سعد یہ کے عشق میں گرفتار ہوتا لیکن ہوش سنبھالنے ہی اس نے اپنے ساتھ سعد یہ کا جو تک آئینہ سلوک دیکھا تھا اس نے معجزہ کو کسی خوش قسمی میں جٹا ہونے نہیں دیا تھا۔ اب اسے ماں کے رونے پر فحشی آ رہی تھی۔ شاید وہ یہ سوچ رہیں تھیں کہ اسے اس نسبت کے لئے کاسن کر بہت دکھ ہوگا۔ اس نے بڑے پیار سے ماں کے دونوں ہاتھ چمکائے۔

اُمی اگر اس کی عقلی ہو گئی ہے تو یہ بہت اچھا ہوا ہے۔ آپ نے یہ کیسے سوچ لیا کہ ماموں مجھ سے اس کی شادی کرویں گے۔ میں نے بھی اس کے بارے میں نہیں سوچا اور ویسے بھی میں اس کے قائل نہیں ہوں۔ اس کے والدین سب ماں باپ کی طرح اپنی بیٹی کو خوش دیکھنا چاہتے تھے اور یقیناً یہ خوشی دولت سے وابستہ ہوتی ہے اور میرے پاس دولت ہی نہیں ہے اور نہ ہی ابھی آنے کی امید ہے۔ بھروسہ اس میں سعد یہ کی زندگی برباد کریں۔ انہوں نے جو کچھ کیا، بالکل ٹھیک کیا ہے۔ آپ خوشنودادانی چھوٹی

ی بات کو دل پر نہ لگائیں۔

اس نے بڑی نرمی سے انہیں سمجھا دیا تھا۔

کیا ٹھیک کیا انہوں نے دھوکا دیا ہے۔ وعدہ خلافی کی ہے میں سمجھتی اگر میری زندگی ہوتے تو وہ یہ سب کیسے کرتے۔ مایا نے اسے تم سے کتنی جتنی کو تعلیم نہ چھوڑ دو۔ پڑھو کچھ کن چاؤ تاکہ دولت میں نہ کسی تعلیم میں تو تم اس کے برابر ہوتے پھر کوئی تمہیں اس طرح روک نہ کرنا۔ انہیں اب اس پر غصہ آ رہا تھا مگر وہ سر جھکائے بڑے اطمینان سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔

تم نے سعد یہ کے بارے میں کچھ سوچا ہو یا نہ سوچا ہو۔ میں نے تو ہمیشہ ہی اسے اپنا ہی سمجھا ہے۔ کیا کیا خواب دیکھے تھے میں نے تم دونوں کے لئے۔  
وہ ایک بار پھر بات اضروری چھوڑ کر رونے لگیں۔

اُمی اب بس کریں۔ جانے دیں اس بات کو۔ مجھے کوئی دکھ نہیں۔ کوئی غم نہیں ہے تو آپ کو کیوں ہے اور صاف بات تو یہ ہے کہ اگر نہ ہو تو میرے پاس بے تلاش دولت ہوتی تو میں تب بھی کبھی اس سے شادی نہیں کرتا۔ چاہے آپ نے نسبت کے بجائے نکاح ہی کیا نہ کیا ہوتا۔ وہ ڈانڈوں میں پلٹی ہے اسے چھپنے اور دولت پر بہت غرور ہے اور امی میں بہت سادہ بندہ ہوں۔ زندگی کو بہت آرام اور سکون کے گزارنا چاہتا ہوں۔ بیوی خوبصورت چاہے ہو یا نہ ہو لیکن اس کی فطرت ضرور اچھی ہو۔ وہ کم از کم میری عزت ضرور

صرف سلام دعا کر کے بھروسہ بارہا ان کے سامنے نہ آتی پھر بھی رابعہ کو اس سے بہت افس تھا۔ ان کے بھائی نے جو معجزے بارہ سے میں کہا تھا وہ ان کے لئے بہت تکلیف دہ تھا اور ان کے لئے بہت مشکل تھا کہ وہ اس سب کو بھلا سکتیں۔ معجزہ کی واحد غامی یہ تھی کہ اس کے پاس وہ یہ چیز نہیں تھا اور اس ایک غامی نے اس کی ساری خوبیوں کو چھپا دیا تھا۔ انہیں سب سے زیادہ اس بات پر تکلیف پہنچی تھی کہ بھائی نے معجزہ کی شکل و صورت کا حراق اڑا تھا جب انہوں نے معجزہ سے معجزہ کی نسبت طبعی تھی اب بھی وہ اسی شکل و صورت کا مالک تھا لیکن اب فرق صرف دولت کا تھا انہیں ملال تھا کہ بھائی کو اگر لاکھ کرنا تھا تو کوئی دوسرا یہاں نہ جاتا اس طرح ذلیل تو نہ کرنا مگر معجزہ کے باپ کا خضر ابھی بھی غلط نہیں ہوا تھا۔

چوتھے دن معجزہ کراچی سے لوٹا تھا اور اسی دن وہاں کو لینے آ گیا تھا۔ ہانے سے پہلے وہ باری باری ماں کے ساتھ تین ماہوں کے پھر شو میں ملے گیا تھا۔ چھوٹے ماموں نے اسے دیکھتے ہی اس پر برتا شروع کر دیا۔

کتنے کچھ بھی چار دن روئی دال دو تو وہ بھی مالک کے گھر چائے ہو چکا نہیں دکھار ہو جاتا ہے۔ تم تو کتنے سے بھی بدتر نکلتے ہو۔

یہ جملہ تھا جو انہوں نے اسے دیکھتے ہی کہا تھا۔ وہ اپنی جگہ پر جیسے سن ہو کر رہ گیا کیونکہ وہ اس بات کے یاق و سباق سے اطمینان تھا۔

ماہوں آپ کیا کر رہے ہیں

کرے میری ہر مہربانی برکتوں کو اپنا حق نہ سمجھے اور آپ کی عزت کرے لیکن اسی آپ کی ہمتی میں ایسی کوئی خصوصیات نہیں ہیں۔ اب آپ یہ بیکار کارو نہ دھونا قسم کروں۔ میں چند دن کے لئے کراچی جا رہا ہوں آپ میری مدد ہو جو دگی میں اپنا سامان بیک کر چکے گا۔ میں جس دن واپس آ یا اس دن آپ کو ملے جاؤں گا۔

رابعہ تعجب سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ معجزہ میں کیا کیا تہذیبیں آ گئی تھیں۔ انہیں یاد تھا۔ لیکن میں وہ معجزہ سے بے تماشہ محبت کرتا تھا اگر کسی کے لئے وہ تھوڑا بہت یاد کرتا تھا تو وہ معجزہ یہ تھی۔ مسئلہ واپس جا کر بھی وہ خد کر کے فون پر اس سے بات ضرور کیا کرتا تھا اور جب بھی اپنے لئے کچھ لینا تو خد کر کے وہی چیز معجزہ کے لئے بھی ضرور لیتا اور رابعہ ہر دو چار بار بعد معجزہ کے لئے درجنوں کے حساب سے کھلونے اور کپڑے بنگوانی تھیں۔ یہ تو صرف یہاں آنے کے بعد ہوا تھا کہ اس نے آہستہ آہستہ معجزہ کے ساتھ کھیل بند کر دیا تھا اور اب تو یہ عالم تھا کہ اگر کبھی دونوں کا سامنا ہو جاتا تو دونوں ایک دوسرے کو مخاطب بھی نہیں کرتے تھے لیکن وہ یہ دیکھ کر بھی کبھی دلدرا نہیں ہوتی تھیں پتا نہیں انہیں کیوں یہ لگتا تھا کہ معجزہ کی شادی معجزہ سے ہی ہوگی اور کوئی اس میں رکاوٹ نہیں ڈالے گا اور ایک بار پھر ان کی یہ توقع ناکام ثابت ہوئی تھی۔

معجزہ کو سہ پہر سے محبت ہو یا نہ ہو انہیں معجزہ سے بے حد محبت تھی کہ معجزہ نے کبھی بھی اس انکشاف کا اس گرم جوشی سے جواب نہیں دیا تھا۔ اگر وہ کبھی اس کے گھر چلی جاتی تو وہ



چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔ واپس بڑے ماموں کی طرف آ کر اس نے ماں کی پیچ میں گاڑی میں رکنا شروع کر دیا تھا۔ پھر وہ انہیں لے کر باہر آ گیا تھا۔

میں یہ کس کی گاڑی ہے؟ راہرو نے قدرے حیرانی سے اس سے پوچھا تھا۔

ای میری نہیں ہے، کبھی دوست کی ہے۔ اس لیے لاؤ ہوں تاکہ آپ کو آسانی رہے۔ راہرو کلاس کے جواب سے تسلی نہیں ہوئی تھی۔

ایسا کون سا دوست ہے تمہارا جس نے اپنی گاڑی تمہیں دے دی ہے۔

بے ای ایک۔ آپ کو ملو آؤں گا اس سے۔

گاڑی سٹارت کرتے ہوئے اس نے کہا تھا۔

تم نے ڈرائیونگ کب سیکھی ہے؟ راہرو ایک بار پھر حیران ہوئی تھیں۔

میں نے تو پتا نہیں کیا کیا سیکھ لیا ہے؟ آپ کو کیا پتا اس کا بچہ بعد چھپ تھا۔

پھر وہ راستہ وہ خاموش رہا تھا۔ راہرو کے ذہن میں بھائی کی باتیں گونجنی لگی تھیں۔

میں یہ کیسے ہو سکتا تھا اس وقت دنیا کا تکلیف پہنچا رہی تھی۔ وہ بار بار اس کے چہرے پر ہاتھ رکھ کر اس کی آنکھوں پر دھاتی رہیں۔ مگر وہ بے تاثر چہرے کے ساتھ ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ جس گھر میں وہ انہیں لے کر آ یا تھا اسے دیکھ کر راہرو کو ہول اٹھنے لگے تھے۔ پھر

میں گاڑی کھڑی کرنے کے بعد اس نے نیچے اتر کر راہرو کی سیٹ کا دروازہ کھولا تھا۔ راہرو نے نیچے اترے بغیر اس سے پوچھا۔

خبردار آج کے بعد تم نے مجھے کسی رشتے سے پکارا۔ تمہیں اور تمہاری ماں کو ترس لگا کر رکھا تھا اور تم آج اس کے سامنے لکھے۔ اسی جرات کیسے ہوئی تمہاری کہ میری بیٹی سے شادی کے خواب دیکھو۔ تم ہو کیا اوقات کیا ہے تمہاری میز کے ذہن میں سب کچھ واضح ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے ماموں پر طرح طرح کے تھے۔ ان کی بلند آواز سن کر ان کے بوی بچے بھی لاؤنج میں آ گئے۔ میز کا دل چاہو رہا تھا کہ زمین پھٹے اور اس میں سما جائے۔

ماموں میں نانی کو رشتے کے لئے آپ اس نے وضاحت کرنے کی کوشش کی تھی

مگر چھوٹے ماموں اس وقت فیص سے پاگل ہو رہے تھے۔ انہوں نے اس کی بات درمیان میں ہی کاٹ دی۔ یہ فریب کسی اور کو دیتا۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تمہاری ماں تمہاری مرضی کے بغیر رشتہ کی بات کرے۔ تم نے سوچا ہوگا کہ میرے ہونے کا سب سے آسان طریقہ یہی ہے اسی طرح ساری عمر میری چوکت پر پڑے رہے۔ ذرا اپنے آپ کو دیکھو۔ ہو کیا تم؟ میرا کادی جو سب کے سامنے ہاتھ دکھاتا ہے۔ لفظ کے کپڑے ہاکن کرتے تھے کہ لو اب سن گئے ہو جسے میں شوق سے اپنی بیٹی سے دہن کا گرامر سنایا ہے اور بچے آتی ہو تو اپنی ماں کو لے کر جاؤ۔ اسے اپنے پلے سے نکلاؤ۔

میر کو سکتا سا ہو گیا تھا۔ یہی حال راہرو کا تھا۔ ذلت کا وہ احساس جو بچپن سے اسے تجربے ہوئے تھا اب اپنی انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ اس نے خاموشی سے ان کی باتیں اور ٹپٹنے سے تھے اور پھر کچھ کہے بغیر وہاں سے نکل آ یا تھا۔ راہرو کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں مگر میز کے

وہا ہے۔ گاڑی دے دی ہے۔ آخر مجھے بھی تو پتا چلے۔ رابعہ کو اس کی بات پر اعتبار نہیں آیا تھا۔

امی کیا آپ سمجھ رہی ہیں کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں؟ اس نے عجیب سے لہجے میں ماں سے پوچھا۔

نہیں۔ مجھے تمہاری باتوں پر بالکل یقین نہیں آ رہا۔ رابعہ نے بالکل کھرے انداز میں کہہ دیا۔ معیو نے ایک گہری سانس لی۔ ایک بجی سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر نمودار ہوئی تھی۔

امی وہ ابھی کچھ دیر بعد یہاں آئے گا پھر آپ کو میری باتوں کا یقین آ جائے گا۔ میں والدہ کی فیکٹری میں کام کرتا ہوں اور بہت عرصے سے گرہ پا ہوں اس کے پاس میں نے کام سیکھا تھا۔ آپ کو یاد ہوگا جب میں اسکول میں تھا تو اکثر والدہ کا ذکر کرتا تھا۔ یہ وہی ہے۔

اس بار اس نے جھجکا رابعہ کو بتایا تھا۔ رابعہ ابھی بھی مطمئن نہیں ہوئی تھیں اب بتائیں یاد آ گیا تھا کہ اس کا والدہ امی ایک دوست ضرور اسکول میں تھا۔

آخر یہاں دو گھنٹے بعد والدہ آیا تھا۔ وہ اتنے ہی ان سے اس طرح ملا تھا جیسے پہلی بار نہیں بلکہ اکثر ان سے ملتا رہتا ہو۔ شام کا کھانا بھی اس نے وہیں کھا دیا اور جب والدہں گیا تو رابعہ کافی مطمئن ہو چکی تھیں۔ وہ نہ صرف چہرے سے بلکہ باتوں سے بھی سلجھا ہوا لگتا تھا۔ چاتے ہوئے

یہ کس کا گھر ہے؟ وہ بڑی ہنسی سی ہنسی ہنسا تھا۔ گھر انہیں مست امی میرا نکس ہے۔ آپ پہلے جیسے تو آئیں، پھر آپ کمرے پر کچھ تھوڑے دوں گا۔

اس نے ملازم کو پانی دیتے ہوئے رابعہ سے کہا تھا جو اس عرصے میں گاڑی کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ملازم نے ڈکی سے سامان اتارنا شروع کر دیا۔

آئیں امی وہ یہ کہہ کر اندر کی طرف بڑھ گیا تھا۔ رابعہ نے کچھ پریشان کنی کے عالم میں اس کی پیروی کی تھی۔

یہ چاروں اطراف سے وسیع الان میں گھرا ہوا ایک چھوٹا لیکن خوبصورت بلکے تھا۔ وہ انہیں لے کر سیدھا اوپر کی منزل پر گیا تھا اور بیڑیاں چڑھ کر کمرہ ڈھکیں داخل ہوتے ہی اس نے پہلے کمرے کا دروازہ کھول دیا تھا۔ ایک چھوٹا مگر بول فرشتہ روم رابعہ کی نظروں کے سامنے تھا۔

معیو یہ کس کا گھر ہے۔ دیکھو مجھے کچھ بتانا جھوٹ مست ہونا۔ رابعہ نے کمرے کے اندر جانے کی بجائے اس سے پوچھا تھا۔

امی یہ میرے دوست کا گھر ہے۔ میں یہاں عارضی طور پر رہتا ہوں۔ اس نے کچھ ا پرواہی سے کہا تھا۔

ایسا کون سا دوست بن گیا ہے جہاں راجس نے جنمیں رہنے کے لیے یہ گھر دے

ایک دم رونے لگا تھا۔ پھر اس نے ولید کو آہستہ آہستہ سب کچھ بتا دیا۔

ولید عمر میں اس سے ایک دو سال بڑا تھا اور بہت کچھ دیکھی اس نے معیرو کو جتانے بغیر اس طرح اپنی سرگرمیوں میں نواکھ کرنا شروع کر دیا جس طرح وہ پہلے کیا کرتا تھا۔ ان کی دوستی پہلے سے زیادہ بڑھ گئی تھی اور اس میں بڑا ہاتھ ولید کا تھا۔ پھر جب معیرو ٹھوڑی کلاس میں جا چکا تو اس نے ولید سے کہا کہ وہ اپنے باپ سے بات کرے کہ وہ اس کراچی فیکٹری میں آ کر کام کیجئے دیں۔

ولید کے ذہنی نے پہلے تو بالکل انکار کر دیا اور انہوں نے معیرو سے کہا کہ اسے

جس چیز کی ضرورت ہے وہ ان کو بتائے وہ اسے دے دیں گے کیونکہ وہ اسے بھی ولید کی طرح ہی سمجھتے ہیں مگر بعد میں ولید کے اصرار پر وہ معیرو کو کام سکھانے پر تیار ہو گئے۔ کیونکہ ولید جانتا تھا کہ معیرو صفت میں کچھ بھی لینے پر آمادہ نہیں ہوگا۔ ولید کے ذہنی نے ہاں نہ خواست اسے فیکٹری آنے کی اجازت دے دی تھی لیکن معیرو نے جس رفتار اور شوق سے کام سیکھنا شروع کیا تھا اس نے انہیں حیران کر دیا تھا۔

اسے سیکھنے کا شوق ہی نہیں تھا بلکہ جنون تھا اور پھر وہ محنت سے بھی گھبراہٹا نہیں تھا۔ شروع میں ولید کے ذہنی اسے دو گھنٹے سے زیادہ وہاں رکھنے نہیں دیتے تھے مگر آہستہ آہستہ وہ چار پانچ گھنٹے وہاں گزارنے لگا اور پھر ایک وقت ایسا آیا کہ ولید کے ذہنی کی کلاس کی ضرورت محسوس ہونے لگی تھی، وہ پہلے پبل لبریری کی چیک کس کسی دوسری فیکٹری سے تیار کروا رہے تھے اور پھر اپنی

اس نے معیرو سے کہا تھا کہ وہ راجہ کو لے کر اس کے گھر آئے تاکہ وہ اس کی امی سے مل سکیں۔ معیرو نے ہائی بھری تھی۔

چند دن بعد جب راجہ ولید کی امی سے ملی تھیں ان کے باقی نامہ و خدشات بھی ہوا ہو گئے۔ وہ بھی اس گرم جوشی سے ملیں جیسے ولید کا تھا۔ معیرو کے روپے سے لگ رہا تھا جیسے وہاں اس کا بہت آنا جانا ہو کیونکہ وہ بڑی تھکنگھی سے وہاں چل پھر رہا تھا۔

راجہ اب بالکل مطمئن ہو چکی تھیں۔

معیرو اور ولید کی دوستی فوراً تھک کلاس میں ہوئی تھی۔ دونوں میں بظاہر کچھ بھی مشترک نہیں تھا۔ ولید کلاس کا سب سے قابل ستون تھا اور معیرو اوسط درجے کا تھا لیکن جو چیز انہیں پاس لے آتی تھی وہ اسپورٹس کا شوق تھا۔ اسپورٹس کے بارے میں معیرو کی معلومات زبردست تھیں اور دوسری چیز جس نے ولید کو معیرو کا گرویدہ بنا دیا تھا، وہ معیرو کی آنکھیں تھیں۔ وہ مسئلہ میں امریکن اسکول میں پڑھتا رہا تھا، اسی لیے وہ بڑی خوبصورت اور رواں آنکھیں اور عربی بولتا تھا۔ معیرو کی طرف دوستی کا ہاتھ ولید نے بڑا حاوی تھا پھر ولید کے ساتھ رہنے سے یہاں کہ معیرو کی پڑھائی میں دلچسپی بڑھتی گئی۔ عصری وفات کے بعد جب اس کے حالات بدلا شروع ہوئے تو اس میں تبدیلیاں آنے لگیں اور اس نے وجہ سے بھی الگ ہونے کی کوشش کی کیونکہ وہ خود کو ولید کے مقابلے میں کمزور محسوس کرتا تھا۔ ولید کو شروع میں اس کے وہ بے بسی کی وجہ سمجھنے لگی تھی لیکن پھر اس نے ایک دن اسے پکڑ کر زبردستی اس سے پوچھا شروع کر دیا اور اس کے پوچھنے پر معیرو

7 رہے استغوال کر کے مقدمہ جیت گئے تھے فیکٹری کے حصے ہو گئے تھے اور وہ بڑی فیکٹری ایک چھوٹی فیکٹری کی شکل میں ولید کے حصے میں آئی تھی۔ جس رقم کے جام سے وہ ساری انکمپورٹ کرتے تھے، وہ ولید کے چھاپا کوئلہ تھی۔ ولید ان معاملات میں نا تجربہ کار تھا۔ وہ کسی اور بھڑے میں انوالوئس ہونا چاہتا تھا۔ اس لیے اس نے اسی چھوٹی سی فیکٹری پر صبر کی لیا تھا۔

باپ کے جہلم کے بعد اس نے صبر سے کہا تھا کہ وہ امتحانات دینے والی امریکہ جانا چاہتا ہے۔ اس لیے وہ چاہتا ہے کہ اس کی عدم موجودگی میں صبر فیکٹری کا انتظام سنبھال لے۔ صبر نے فیکٹری کا انتظام سنبھالنے کی بانی بھری تھی اور ولید پور آف انارٹی اسے دے کر امریکہ چلا گیا تھا۔

فیکٹری کا انتظام سنبھالنے ہی مشکلات کا ایک پہاڑ تھا جو صبر کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ باری باری فیکٹری میں کام کرنے والے بہترین کارکن کام چھوڑ کر ولید کے چچا کی فیکٹری میں چلے گئے تھے کیونکہ انہوں نے ان لوگوں کو بہتر تنخواہی آفر کی تھی۔ جو پارٹیز پیپل ان کو آڈر دیا کرتی تھیں، وہ اب ولید کے چچا کی فیکٹری کو آڈر دیتی تھیں کیونکہ رقم کا نام وہی استعمال کرتے تھے۔

فیکٹری کے اکاؤنٹس میں اتنا روپیہ نہیں تھا کہ صبر کوئی بڑا آڈر لیتا۔ وہ بے بسی کوئی خطرہ مول لیتا نہیں چاہتا تھا کیونکہ فیکٹری اس کی اپنی نہیں تھی اور وہ نہیں چاہتا تھا

پینک اور اپنی کمپنی کے ٹیک کے ساتھ اسے انکمپورٹ کر دیتے تھے مگر بعد میں انہوں نے خود ہی فیکٹریس تیار کرنا شروع کر دیں۔

شروع میں انہوں نے ایک اپڈ لکھا تھا۔ صبر نے ان ہی دنوں فیکٹری میں آنا شروع کیا تھا۔ تیرہ سال کا وہ لڑکا سولہ تک پہنچنے پہنچنے دسویں حکمت کی کنگ سیونگ ہلک ڈیز لنگ میں بھی مابرو ہو چکا تھا اور آہستہ آہستہ اس نے ان کی فیکٹری کے لئے فیکٹریس ڈیزائن کرنا شروع کر دیں۔

ان دنوں راشد صاحب نے ولید کو پائے سکھاری اسکول کے بعد مزید تعلیم کے لیے باہر بھجوا دیا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد انہوں نے اس کمپنی کو ٹریک کے لیے اس کا نام بھجوا دیا تھا جس کے ساتھ مل کر انہوں نے venture joint کیا تھا، دو تقریباً ایک سال کو بارہ کر دیا تھا اور واپس آنے کے بعد اس نے ڈیز لنگ کے شیعہ کا پورا کام اپنے سر لے لیا تھا۔ ان ہی دنوں ولید کے ڈیڈی نے اپنے بھائی سے کاروبار مانگ کرنا

شروع کیا تھا اور یہ معاملہ ایک بہت بڑے تازہ کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ ان دنوں صبر ہرجات ان کے ساتھ رہتا تھا۔ وہ فیکٹری کے معاملات سنبھالا کرتا اور راشد صاحب اپنے مقدمے کے سلسلے میں کورٹس کے معاملات سے نمٹا کرتے۔ پھر اچانک ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا یہ صبر اور ولید کے لیے ایک بڑا صدمہ تھا۔ ولید اپنی تعلیم چھوڑ کر واپس آ گیا تھا۔ اس کے چچا نے موقع سے فائدہ اٹھایا تھا اور مختلف

نہیں۔ اسے کارنگروں کی ضرورت ہے اور انہوں نے ٹک حرامی نہیں کی۔ وہ بھی انسان ہے مجبور ہیں اور ضرورتوں سے بندھے۔ ولید کے والد کے انتقال کے بعد فیکٹری کا انتظام ذاتوں ذول تھا اور کسی کو بھی یقین نہیں تھا کہ فیکٹری کے حالات ٹھیک ہو جائیں گے ایسی صحت حال میں جب انہیں ولید کے چچا کی طرف سے ابھی آفر ہوئی تو انہوں نے قبول کر لی۔

ولید اس کی بات ماننے پر مجبور ہو گیا تھا۔

دو دوں دن پرانے کارنگروں کے گھر گئے جو دس پندرہ سال سے ولید کے باپ کے پاس کام کرتے رہے تھے اور انہیں زیادہ تر دوں میں کرنا پڑا اور کارنگر واپس آ گئے تھے۔ سب سے بڑا سید اب ان کے سامنے روپے فراہمی کا تھا۔ فیکٹری کے اکاؤنٹس میں زیادہ روپے نہیں تھے۔

اس مسئلے کو ولید نے حل کیا تھا اس نے فیکٹری اور گھر پر بینک سے لون لے لیا تھا، پھر دوں کام میں دے دیے تھے۔ انہوں نے ایک نئی فرم لائی کی اور ان ساری پارٹیز کو لیونڈ بھیجے تھے جن کے ساتھ وہ پہلے بزنس کرتے تھے لیکن کسی طرف سے بھی کوئی حوصلہ افزا جواب نہ ملا۔ پھر ان دونوں نے فیصلہ کیا کہ ولید کچھ تکمیل بخار کر اپنے ساتھ روپ اور امریکہ لے کر جائے گا اور آؤر حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ جیکلس کے یہ تکمیل میوز نے خود بخود بڑا سہن کئے تھے اور پاس کی سبکی عملی ذہن لنگ کے ساتھ تھا۔

کوئی خطرہ مول لے کر وہ فیکٹری کو چھ دنوں میں ڈال دے۔ ولید تھریا چھ ماہ باہر رہا تھا اور ان چھ ماہ میں میوز اسے سب اچھا ہے کی رچ رچیں دیتا رہا تھا کیونکہ وہ اسے پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ فیکٹری کے اکاؤنٹ سے ولید کو اس کے اخراجات لے لیے اور اس کی فیملی کو ماہانہ خرچ کے لیے روپے بھجواتا رہا۔ ان چھ ماہوں نے کچھ لوکل اور کچھ چھوٹے باہر کے آرڈرز پر رے کئے تھے۔ مگر ان کی تعداد کم تھی۔ چھ ماہ بعد ولید استقامت سے فارغ ہو کر واپس آ گیا تھا۔

میوز نے اس کی واپسی پر فیکٹری کی پوری صورت حال اس کے سامنے دکھادی تھی۔ ولید کو شک لگا تھا۔ اسے انداز نہیں تھا کہ فیکٹری کے حالات اسے خراب ہو چکے ہیں مگر وہ بہت جلد اس شک سے باہر آ گیا تھا اور ایک بار پھر اس نے اس صورت حال سے بچنے کے لئے معیذ کی مدد مانگی تھی اور میوز نے ہر چیز کو پلان کرنا شروع کر دیا تھا ان کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا تھا کہ ان کے بہترین کارنگر انہیں چھوڑ گئے تھے اور اچھے کارنگر ملانا آسان نہیں تھا، میوز نے ولید کو مجبور کیا کہ وہ خود ان کارنگروں کے گھر جا کر انہیں زیادہ تنخواہ کی آفر دے کر واپس آنے پر مجبور کرے۔

ولید اس معاملے میں بہت بڑبڑاتی ہو رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ان لوگوں نے ٹک حرامی کی ہے اور مشکل وقت میں اس کا ساتھ چھوڑ گئے ہیں پھر اب وہ انہیں کیوں واپس لانے لیکن میوز نے بہت قفل سے دلائل کے ساتھ اسے سمجایا تھا کہ کارنگروں کو اس کی ضرورت

پر وہ کوششیں سیکڑ کے طور پر کام کر رہا تھا اور بڑا الجھ کے شے کا انچاری بھی وہی تھا۔ اس کو کٹر بیا تئیں بڑا کے قریب تھا وہ ملتی تھی اور دوسری بہت سی سیلابت بھی مگر بھر بھی وہ مطمئن نہیں تھا۔ وہ اب اپنی الگ فیکٹری لگانا چاہتا تھا اور اسی لئے وہ اپنی تحفہ کا بڑا حصہ ویک میں جمع کروانا چاہ رہا تھا۔ پھر ان ہی دنوں اس نے ایک کرائے کے گھر میں شفٹ ہونے کی کوشش کی تھی مگر ولید نے اس سے کہا کہ وہ کرائے پر گھر لینے کے بجائے اس کے اس گھر میں شفٹ ہو جائے جہاں وہ باہر سے کاروبار کے سلسلے میں آنے والے لوگوں کو ٹھہراتا تھا۔

صمیر نے بہت پس و پیش کی تھی لیکن ولید نے اس کی ایک نہ سنی اس کا کہنا تھا کہ وہ گھر زیادہ تر خالی ہی رہتا ہے اور وہ منزل ہونے کی وجہ سے صمیر اس کی کسی بھی منزل پر اپنی اہی کے ساتھ رہ سکتا ہے اور جب صمیر کے میں کوئی بھی آنے والا مہمان ٹھہر سکتا ہے۔ راہب نے جب اپنی ماں کی وجہ سے صمیر کے ساتھ آنے سے انکار کر دیا تھا اور صمیر کو کیا اہی وہاں شفٹ ہو گیا تھا اور اب جب اس کی اہی آنے سے پر تیار ہو گئی تھیں تو وہ انھیں بھی وچیں لے آیا تھا۔

راہب کو یہاں آتے ہی وہ بدلا ہوا لگا تھا اب وہ پہلے کی طرح تنبیہ اور خاموش نہیں رہتا تھا بلکہ جب بھی گھر آتا تو زیادہ سے زیادہ وقت راہب کے پاس گزارنے کی کوشش کرتا انھیں اپنی باتیں بتاتا۔ اپنی مصروفیت کے بارے میں بتاتا ان سے مختلف قسم کے کہانیوں کی فرمائش کرتا۔ چھوٹی چھوٹی بات پر ہنس پڑتا تھا انھیں وہ اپنی کون کون سی خواہش کو دہائے بیٹھا تھا۔ راہب کو اب احساس ہو رہا تھا کہ ان کوئی اولاد نہ ملتی تھی ان کی خواہش تھی لیکن وہ اب

ولید ان سے کہلو کرنے کے باہر چلا گیا اور اس بار انھیں مایوسی کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ پہلی ہی پارٹی سے انھیں اس بڑا شکست کا آرزو مل گیا تھا اور یہ ان کے لئے ایک بہت بڑا آرزو تھا۔ دونوں نے جی تو ڈر محنت سے یہ آرزو راج کر لیا تھا۔

ولید کو مال کے بارے میں زیادہ نہیں پتا تھا۔ وہ دفتری امور کو سارا انجام دینا چاہو صمیر نے ان فیکٹس کے لئے نہ صرف ولید کی خریداری خود کی بلکہ چٹاری کے برسر طے میں خود ان کو دیا۔ اس نے ایک ایک جینٹ کو خود اہی طور پر چیک کیا تھا۔ اس کے بعد ان کی بیٹنگ کروائی تھی وہ لوگ کارنگروں سے اور ناظم کرواتے رہے اور مقررہ وقت سے پہلے ہی انہوں نے آرزو پورا کر دیا تھا۔

فیکٹس کی کو اہی اور بڑا فیکٹ اہی پسند کی تھی کہ خود اہی اہی فرم کی طرف سے انھیں ایک بڑا آرزو مل گیا۔ پھر تو آرزو رازی ایک لمبی اسٹنگ لگ گئی تھی اور انھیں آرزو تو اتنے بڑے ہونے کہ وہ انھیں پورا نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے وہ انھیں انکار کر دیتے۔ آہستہ آہستہ ان کے پاس کارنگروں کی تعداد بھی بڑھتی گئی۔ پہلے ان کے پاس کچھ تئیں کارنگر ہوتے تھے۔ پھر یہ تعداد دوسو کے قریب پہنچ گئی۔ وقتی طور پر لینے کرنے والے کارنگروں کی تعداد ان کے علاوہ تھی۔ انہوں نے فیکٹری کی عمارت میں بھی توسیع کی تھی اور آج کل انہوں نے کچھ نئی مشینری منگوائی ہوئی تھی جس کی تکمیل وہ اس سنے جسے میں کر رہے تھے۔

صمیر کا اگرچہ فیکٹری میں کوئی شے نہیں تھا اور نہ ہی اس کی ایسی کوئی خواہش تھی لیکن وہ اب

حالات سے دوچار رہی ہو۔

نہر چند ہفتوں کے بعد وہ اپنی امی سے ملنے نکلی تھیں۔ وہ اپنی ماں کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں جب سعد کی امی ان کے پاس آئی تھیں اور انہیں سعد کی شادی کا کارڈ دیا تھا۔

انہوں نے نیچے دل سے دوکار دیا تھا اور وہاں سے آگئی تھیں۔ معین نے سعد کی شادی کا کارڈ دیکھنے پر کسی رد عمل کا اظہار نہیں کیا تھا۔ وہ بالکل ناٹل تھا۔

اس دن چھوٹے ماموں اور ان کی فیملی ایک شادی میں انوائٹڈ تھے۔ معین بھی ولید کے ساتھ اس شادی میں گیا ہوا تھا۔ ولید کا کارڈ داری دوست تھا اور اس حوالے سے معین سے بھی امی کی انجی جان بچکان تھی اور اس نے معین کو بھی شادی میں انوائٹ کیا تھا۔ چھوٹے ماموں معین کو وہاں دیکھ کر کہہ جہان تو سے تھے مکس گیارہ گھنٹہ تھی اس لئے نہ صرف انہوں نے بلکہ ان کے بیوی بچوں نے بھی معین کو دیکھا تھا۔

جس چیز نے انہیں زیادہ حیران کیا تھا وہ اس کا طبع تھا، وہ ایک ڈر سوٹ میں دیکھ پر ہڈ ناٹ لگے نکلتے سے بھی کوئی معمولی ورکر نہیں لگ رہا تھا۔ معین نے بھی انہیں دیکھ لیا تھا لیکن وہ ان کی طرف نہیں آیا۔ چھوٹے ماموں پاری طرح تجسس ہو چکے تھے۔ انہوں نے اپنے دوست سے معین کے بارے میں پوچھا تھا اور اس نے ان سے کہا تھا کہ معین کو اس کے بیٹے نے انوائٹ کیا ہے۔ اسے معین کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں جب چھوٹے ماموں نے زیادہ ہی تجسس کا اظہار کیا تو وہ اپنے بیٹے کے پاس گیا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد آکر اس نے

انہیں معین کے بارے میں معلومات دی تھیں۔

وہ جس فرم میں پروڈکشن شجر کے طور پر کام کر رہا تھا اس فرم نے کچھ سالوں سے چہر آف کامز میں اپنے بڑے بڑے انکسپورٹ آڈریٹیج سے خاصی دھوم مچائی ہوئی تھی۔ چھوٹے ماموں خود بھی لیڈر کی انکسپورٹ کا کام کرتے تھے۔ انہیں اب یاد آتا تھا کہ چہر آف کامز میں جب بھی اس فرم کا ذکر ہوتا تو اس کے پروڈکشن شجر معین باصر کا ذکر بھی ہوتا جسے کلی دوسری فیکٹری بھاری حقو اور اپنے لئے کام کرنے کی آفر دے رہی تھی مگر جب چھوٹے ماموں کو قطعاً خیال نہیں آیا تھا کہ معین باصر ان کا چاہتا تھا بھی ہو سکتا ہے۔

ان کے دوست نے ان کی کیفیت سے نظیر انہیں معین کے بارے میں معلومات فراہم کر دی تھیں اور اب چھوٹے ماموں عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گئے تھے اور کچھ بھی حال ان کے بیوی بچوں کا تھا ان کو یاد آتا تھا چند ہفتے پہلے کسی طرح انہوں نے کھڑے کھڑے سچے گھر میں اس کی بے عزتی کی تھی اور انہوں نے یا ان کے بھائی نے یہ بھی جاننے کی کوشش کی تھی کہ وہ دونوں کہاں گئے ہیں۔ کھانا کھانے کے دوران وہ سب گاہے بگاہے دور کھڑے ہوئے معین کو دیکھتے رہے جو کچھ لوگوں کے ساتھ کسی منتگہ میں مصروف کھانا کھا رہا تھا۔

والہی پر گاڑی ڈرائیج کرتے ہوئے ان کی بیوی مسلسل راجہ اور معین پر تنقید کرتی رہی تھی مگر وہ خاموش رہے تھے۔ اگلے دن میڈیاں گروں میں معین کے بارے میں معلومات اور خبریں گردش کرتی رہی تھیں اور ہر شخص جو کچھ تھا۔

بھی جنہوں نے راجہ سے اپنے رویے کی معذرت کرتی تھی معیروں سے اس طرح خوش آیا تھا جیسا ان سے سمجھ سکتے تھے اس کا کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔

سعد یہ کی شادی پر چھوٹے ماموں زبردستی راجہ کو شادی سے چند دن پہلے اپنے گھر لے آئے تھے۔ معیار شادی پر نہیں آیا تھا۔ اسے کسی کام سے کراہی جاتا تھا۔ شادی کی ایک کارم راجہ کو خود پر بھاری لگی۔ سعد یہ انہیں بن کر اس قدر غور و صورت لگ رہی تھی کہ انہوں نے اسے دو بار دھڑک بھر کر نہیں دیکھا کہ کتنی اسے نظر تلک چاہئے۔ لیکن انہیں بار بار معیار کا خیال آ رہا تھا وہ تصور میں اس کے شوہر کے بجائے معیار کو اس کے ساتھ بیٹھنے دیکھنے لگتے۔

انہیں یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی ان کی سب سے قیمتی چیز چھین کر لے جا رہا تھا۔ سعد یہ کی شادی نے انہیں بہت بے حال کر دیا تھا جس دن وہ واپس آئی تھیں۔ معیار انہیں گھر پر ہی ملا تھا اور اس نے دیکھی سے انداز میں شادی کے بارے میں پوچھا تھا۔ راجہ کے تاثرات سے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اب بھی بھی ناخوش ہیں۔ اس نے ایک بار پھر ماں کو بلا کر اس کا تعقیب کیا۔

ولید میں اپنی الگ جھگڑائی کھولنا چاہتا ہوں اور کچھ دوسری فرسوی طرف سے مجھے جھگڑا کی ذمہ داری کے لئے آفر دیتا ہوں۔ میں ان کے لیے بھی کام کرنا چاہتا ہوں کیونکہ مجھے جھگڑا کے لیے ابھی بہت سے روپے کی ضرورت ہے۔ میں جانتی ہوں سب اس لیے تار باندھیں کیونکہ میں اصولی طور پر تہہ دار لازم ہوں اور مجھے کسی اور کے لیے کام کرنے کا حق نہیں ہے۔ اس لئے میں رنج و غصہ کرتا چاہتا ہوں۔

ایک نئے بعد راجہ ایک بار پھر ماں سے ملنے آئی تھیں اور وہ اس بار اپنے استہلال سے حیران ہو گئی تھی۔ وہ بھاریاں جنہوں نے گھٹیل دھندہ مشکل ان کے سامنے

جواب دیا تھا اس بار جس شخص کر ان کا احوال دریافت کر رہی تھیں۔ پھر جب وہ اپنی ماں کے پاس آ کر نہیں تو ان کی بھاریاں باری باری وہاں آ گئی تھیں اور پھر بڑی بھاریاں اصل بات زبان پر لے آئی تھیں۔ انہوں نے شکوہ کیا کہ راجہ اور معیار نے انہیں غیر سمجھا جو انہیں اس کی ترقی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔

راجہ خود بھی حیران تھیں کیونکہ وہ صرف یہ جانتی تھی کہ معیار ولید کے ساتھ کام کرتا ہے مگر کس عہدے پر کام کرتا ہے اس سے وہ پتہ نہیں چل رہی تھی انہوں نے اپنی بھاریاں سے معذرت کر لی تھی۔

چند دن پہلے جب وہ گھر چھوڑ کر آئی تھیں تو کسی نے جانے سے پہلے ان کے ایڈریس کے بارے میں نہیں پوچھا تھا اور اس دن انہیں نے اصرار کر کے ان کا ایڈریس لیا تھا پھر کچھ دن بعد ہی ان کے بڑے بھائی اور بھائی ان سے ملنے آئے اور وہ بے تھے۔ گھر کو کچھ کروہ سے مرعوب ہوئے تھے حالانکہ راجہ نے انہیں بتا دیا تھا کہ یہ گھر انہیں نہیں ہے۔ معیار کی دایہ سے پہلے وہ پہلے گئے تھے پھر تو جیسے آدھ وقت کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ گاہے بگاہے ان کا کوئی نہ کوئی بہن بھائی ان سے ملنے آتا رہتا اور انہیں اپنے گھر پر گھر کر جاتا۔

معیار بڑی خوش دلی اور خوش اخلاقی سے ہر ایک سے ملتا تھا جی کہ چھوٹے ماموں سے



میں سے ایک کبھی رہاں جو اُنکھ دیکھ کر نہ چاہتی ہے۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ وہ میری ساتھ یہ ریونکٹ کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ کچھ روز یہ میرے پاس ہے اور کچھ میں دوسری فرسٹ کے لئے کام کر کے اٹھا کر لوں گا لیکن ابھی یہ صرف منصوبے ہیں کوئی چیز ابھی فائنل نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے، میں اسی سال اپنی فیکٹری شروع کروں ہو سکتا ہے اس میں کچھ سال لگ جائیں۔

تم میرے ساتھ مل کر یہ فیکٹری کیوں نہیں لگا لیتے۔ ولید نے اچانک اسے ایک آخری تھی۔

تمہارے ساتھ؟ وہ کچھ حیران ہوا تھا۔

ہاں میرے ساتھ۔ تم اپنی فیکٹری میں میرے ٹھیکر رکھو ساتھ پرست تمہارے اور چائیس پرست میرے اس کے بدلے میں تمہاری فیکٹری کے لیے سرمایہ فراہم کریں گا۔ لیکن اس فیکٹری کے انتظامات میں میرا کوئی عمل دخل نہیں ہوگا۔

اس کے ورکنگ پلانز تم ہو گے۔

میں اس پیش کش پر حیران تھا۔ اور سرمایہ ڈب گیا تو اس نے ولید سے کہا تھا۔

جب وہ میری ذمہ داری ہوئی۔ میں تمہیں اس کا ذمہ دار نہیں ٹھہراؤں گا۔ اس نے مجھے بات ختم کر دی تھی۔

تم فیکٹری کے لئے سائنٹ سٹاٹ کرو۔

میں نے اس کی آفر قبول کر لی تھی۔ چند ہفتوں میں اس نے فیکٹری کے لیے سائنٹ

اس دن وہ ولید کے آفس میں بیٹھا اسے شاک پر شاک دے رہا تھا۔

میں نے بیٹھ جیسوں ہو سولت پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تمہیں بھی ملازم نہیں سمجھا، یہ فرم جتنی میری ہے۔ اس سے زیادہ تمہاری ہے پھر تم یہ جاب کیوں چھوڑنا چاہتے ہو؟ ولید اس کی باتوں پر ہنس پکڑا رہا تھا۔

ولید مجھے تم سے کوئی فکایت نہیں ہے میں یہ مانا ہوں کہ مجھے ہر قسم کی سولت دی گئی ہے لیکن پھر بھی میری حیثیت اس فیکٹری میں ایک ملازم کی ہے۔ مجھے ابھی زندگی میں بہت کچھ کرنا ہے۔ یہ جاب تو صرف ایک آغاز تھا۔

ولید نے کچھ کہنا چاہا مگر اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

جذبات میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں سب کچھ بہت سوچ کر کہہ رہا ہوں۔ میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جا رہا۔ تم اگر چاہو گے تو میں تمہارے لئے بھی کام کروں گا لیکن میں اپنی الگ فیکٹری بھی قائم کرنا چاہتا ہوں۔ تم میری خواہشات اور عزائم سے واقف ہو اور میری خواہشات میں صرف ایک باب شامل نہیں ہے۔ مجھے زندگی میں بہت کچھ حاصل کرنا ہے۔ اس لئے بہت غیر جانبدار ہو کر میرے فیصلے کے بارے میں سوچو۔

تم فیکٹری لگانا چاہتے ہو۔ لیکن اس کے لیے تمہیں سرمایہ کہاں سے ملے گا؟

ولید نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس سے سوال کیا۔

کچھ غیر ملکی مینیز جن کے ساتھ میں کافی عرصے سے بات چیت کرتا آ رہا ہوں۔ ان ہی

۱۹۹۱ء۔ اب پھر آپ کی چھوٹی بیٹی سے رشتہ کروں اور کل کو میرے بچے پر کوئی بڑا وقت آجائے تو آپ پھر رشتہ توڑ دیں گے۔ نہیں آپ مجھے معاف کر دیجئے گا لیکن میں یہ رشتہ نہیں کروں گی۔

سچا رہائی کو ان کا جواب ملا ہے کی طرح لگا تھا لیکن وہ جواب میں کچھ بول نہیں پائے اور وہ خاندان میں داخلہ نہیں تھے جو اپنی بیٹی کے لیے معیار کا رشتہ چاہتے تھے۔ لیکن معیار خاندان میں شادی کرنا نہیں چاہتا تھا اور راجہ کا اصرار بھی خاندان میں شادی پر تھا مگر وہ نہیں کر سکا تھا۔

وہ موزکٹ رہی تھی جب اس نے ایک بڑی عورت کو ایک گاڑی سے نکلے اور دوڑ گرتے دیکھا۔ وہ گاڑی دیکھنے کے بجائے ایک طوفانی رفتار سے اٹھ گئی تھی۔ اسے عورت کی فکر لاحق ہو گئی اپنی گاڑی کی رفتار بڑھاتے ہوئے وہ اس جگہ آئی، جہاں وہ عورت گری تھی۔ تیزی سے وہ اس عورت کے پاس آئی اور سیدھا کیا۔ وہ عورت کو اور اس کی سسر سے خون بہہ رہا تھا۔ اس نے کھڑے ہو کر مصحافی نظروں سے اور گرد دیکھا اور پھر ایک آتی ہوئی گاڑی کو ہاتھوں سے روک دیا اور اسے ڈرائیو کرنے والے آوی کے ساتھ کل کر بڑی عورت کو اتار کر اپنی گاڑی میں اتار دیا۔ عورت نیم فحشی کے عالم میں تھی، پھر وہ سیدھی اسے ایک پرائیوٹ کھینک لے آئی بس اس اور دارو بھائے نے جب اس عورت کو اس طرح پر منتقل کیا تھا تو وہ جب بھی کراہتی تھی۔

اس نیاں عورت کا ہاتھ تمام کراہنے سے کسی کی کوشش کی چپک اپ کے بعد انکڑ نے

سٹاف کی اور تعمیر شروع کرادی۔ قسمت کا ہر وہ اس پر بھیے کھاتی جا رہا تھا۔ وہ جس کہنی کے ساتھ جو لکٹ دیکھ کر نہ چاہتا تھا انہوں نے اس کے ساتھ ڈبل سائٹ کر لی اب اگر وہ چاہتا تو ولید کے سرمے کے بغیر بھی فیکٹری تعمیر کر سکتا تھا لیکن اس نے ولید کے ساتھ پانوشپ قسم کر نہیں لی تھی۔ فیکٹری کے لیے قرارداد اس نے تعمیر کروائی تھی اور وہ یہ اور معیری ولید اور اس کہنی نے فراہم کیا تھا۔ ڈیڑھ سال میں یہ پروجیکٹ مکمل ہوا تھا اور پھر جیسے روپے کی ایک ریت ریس جس میں وہ شریک ہو گیا تھا۔

پہلے سے روپیہ کھانے کے لیے محنت کرنی پڑتی تھی اب روپیہ جیسے اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ پہلے اس نے لیدر گڈ ز انکوپورٹ کرنی شروع کی تھیں پھر گڈ ز ریٹج میں اضافہ ہوتا گیا۔ لیدر سے دو سپورٹس گڈ ز کی طرف آیا اور پھر کارپٹ انڈسٹری کی طرف۔ اس کے ہاتھ جیسے کوئی پاس آ گیا تھا۔ سات سال اسی طرح گزر گئے اور ان سات سالوں میں وہ مظاہری طور پر ہانک دل گیا تھا۔ جو لوگ پہلے ان سے نکراتے تھے اب ان کے آگے پیچھے پھرتے تھے۔ باقی طور پر معیار میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

وہ پہلے سے زیادہ خوش اخلاق اور نرم مزاج ہو گیا تھا۔ سبکی حال رہا تھا۔ معیار کے چھوٹے سالوں نے راجہ سے کہا تھا کہ وہ معیار کے لیے اپنی چھوٹی بیٹی کا رشتہ بنا چاہتے ہیں اور یہ پہلا موقع تھا جب راجہ نے انہیں کسی بات پر انکار کیا تھا۔

سچا رہائی اب مجھے معیار کی شادی آپ کے گھر نہیں کرنی۔ سہرہ سے رشتہ آپ نے توڑ

راہ کو وہاں کون لایا تھا۔

عائشہ حسن نامی لڑکی تھی جس نے بتایا تھا کہ کوئی گاڑی انہیں ٹکرا کر چلی گئی تھی اور وہ انہیں اٹھا کر یہاں لے آئی تھی۔ مل کے لیے اس نے ہمیں کچھ روپے دیئے تھے لیکن اس کے پاس زیادہ روپے نہیں تھے اس لئے اس نے اپنی کچھ چوری کی ہمیں دے دیں تھی کہ ہم رکھ لیں اور آپریشن کرویں کیونکہ آپ کی والدہ کو فوری آپریشن کی ضرورت تھی۔

رہپشست نے مل دیا تو ہوتے وہ چوری نکال کر اس کے سامنے کاؤنٹر پر رکھ دی۔ وہ ایک عجیب سی کیفیت میں وہاں کھڑا رہ گیا۔ پتا نہیں وہ کون تھی جس نے اپنے جسم پر سہاوا زور اس کی ماں کی جان بچانے کے لیے دے دیا تھا۔ اگر وہ لڑکی اس وقت اس کے سامنے ہوتی تو شاید وہ اس کے تھنوں پر گر جاتا۔ اس وقت اس کی کچھ ایسی ہی حالت ہو رہی تھی۔ صبر نے اس کے لاکٹ کو ہاتھ میں لے کر دیکھا، ایک خوبصورت تختی پر اٹھ کا نام بنے خوبصورت انداز میں منقش تھا۔ صبر نے وہ پارو اسے کاؤنٹر پر رکھ دیا۔ مل ادا کرتے ہوئے اس نے نرس کو اپنا کارڈ دیا۔

دیکھیں، یہ جب وہ وہاں آئیں تو انہیں ان کے روپے اور چوری واپس کرویں اور انہیں یہ کارڈ دے کر کہیں کہ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ مجھے جلدی ہے کیونکہ میں اپنی اہلی کو کسی اچھے ہاسپٹل میں شفٹ کرنا چاہتا ہوں ورنہ میں سمجھیں دیکھ کر ان کا انتظار کرتا۔

اسے بتایا تھا کہ اس عورت کی جانگ کی پٹی نوٹ لیگی ہے اور اس کا آپریشن کرنا ہے گا۔ آپریشن کے لیے انہوں نے جتنی رقم مانگ تھی وہ اس کے پاس نہیں تھی۔ اس نے کاؤنٹر پر رہپشست کو کہا کہ وہ یہ رقم گھر سے لے آتی ہے جب تک وہ گارنٹی کے طور پر اس کا لاکٹ اور ایئرنگز رکھ لیں اور اس عورت کا آپریشن کر دیں تاکہ وہ اس طرح تکلیف سے تڑپتی نہ رہے۔ رہپشست نے ڈاکٹر سے بات کی اور گھر سے اس کا لاکٹ اور ایئرنگز رکھ لیے۔ وہ گھر آئی اور وہاں سے چیک بک لے کر تک گئی۔ جب وہ واپس ہاسپٹل پہنچی تو اسے پتا چلا کہ وہ عورت ہوش میں آ گئی تھی اور اس کا بیٹا اسے وہاں سے لے گیا تھا اور اس کا مل بھی ادا کر دیا تھا رہپشست نے اسے ایک کارڈ دیا تھا جو اس عورت کا بیٹا اس کے لیے دے گیا تھا تاکہ وہ اس سے رابطہ کرے۔

اس نے کارڈ انہیں لپکا تھا، اسے رابطہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اسے یہ جان کر ہی تسلی ہو گئی تھی کہ وہ عورت محفوظ تھی اور وہ اپنے خاندان کے پاس پہنچ گئی تھی۔ وہ رہپشست سے اپنی چیزیں لے کر واپس آ گئی۔

صبر کو راجہ کے ایک سیڈ نہ کی اطلاع آفس میں ملی تھی اور وہ انعام و صلہ اس ٹھیکے کی طرف دوڑ پڑا، ماں کو ہوش میں دیکھ کر اس کی جان میں جان آئی تھی وہ اپنی تکلیف پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھیں مگر بڑا صابے کی جے کی تکلیف پر قابو پانا آسان نہیں ہوتا۔ ماں کو دیکھنے کے بعد وہ مل ادا کرنے کے لئے کاؤنٹر پر گیا تھا۔ مل ادا کرتے ہوئے اس نے پوچھا تھا کہ

خود اس لڑکی کا پتا لگانے کی کوشش کرے معیروں پر وہ اس کیلئے چاہتا تھا اور اس نے انکو ایڑی کاؤٹر سے اس لڑکی کا اینڈریس حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہ معیروں نے چند منٹوں کی حواش کے بعد عاید حسن کا اینڈریس اس کے سامنے کر دیا۔  
بالکل سی، تام پتا تو انہوں نے لکھوایا تھا۔ اب پتا نہیں پہنچے ہے یا نہیں۔ یہ معیروں نے کہا۔

معیروں کو پتا دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔ وہ اس کے ساتھ والے گھر کا اینڈریس تھا۔ گھر والیں جانتے ہوئے معیروں کا لڑکی ذرا بچہ کرتے ہوئے اپنے گھر سے آگے لے گیا تھا اور پھر اس گھر سے آگے گاڑی روک کر وہ بڑے دھیان سے اس گھر کا پتہ لیتا رہا۔ وہ اس کے گھر کی نسبت بہت چھوٹا گھر تھا اور اس کے سامنے ایک مختصر سا گلی تھی۔ وہ گاڑی ٹرن کر کے واپس آ گیا۔ ایک منٹ کے بعد وہ دروازہ کو لے کر گھر واپس آ گیا تھا۔ ڈاکٹر کے کہنے پر اس نے دروازے کے لیے ایک دیل چیمبرنگھوایا تھی تاکہ وہ ہر وقت گھر کی بند چیں اور گھر میں آسانی سے پھرنے کے علاوہ باہر بھی نکل سکیں۔ ایک کل وقتی ٹرس بھی اس نے ان کے لیے رکھ دی۔

معیروں نے راہ کو بتا دیا تھا کہ وہ لڑکی ان کے ساتھ والے گھر میں رہتی ہے۔ وہ بھی اس اتفاق پر حیران ہوئی تھیں۔ گھر آنے کے دوسرے ہی دن انہوں نے معیروں سے کہا تھا کہ وہ اس لڑکی کے گھر جا کر اس کا منظر یہاں کرے اور ہر شے کو اس کے پاس لے آئے تاکہ وہ خود اس کا منظر یہاں کر سکیں۔ معیروں نام کو اس گھر کی طرف آ پاتا تھا۔ تل بھانے پر چھوڑ دیا ایک لڑکا

اس نے رنجش سے کہا کہ وہ اپنی اہلی کو لے کر ایک بڑے ٹھیکے پر آ گیا۔ ایک دفعہ پھر راہب کے نمیت ہوئے اور وہ گھٹلے سے چپک اپ کے بعد ڈاکٹر نے اسے بتایا کہ راہب کا آپریشن ٹھیک کیا گیا تھا اور اب سے کسی اچھائی نگہداشت کی ضرورت نہیں ہے۔ اسے تسلی ہوئی تھی اس سارے عرصے کے دوران اسے بار بار اس لڑکی کا خیال آتا رہا۔ وہ منظر تھا کہ وہ لڑکی کا رڈ پانے کے بعد اس سے راہب کا حکم کرے کرے لیکن اس نے کوئی راہب کرنے کی کوشش نہیں کی۔

اگلے دن اس نے اپنی ماں کو اس لڑکی کے بارے میں بتایا۔ راہب کو چاہا تھا کہ وہ آواز پار آگئی جو ہر گھنٹے لے جاتے ہوئے مسلسل سے کہہ جاتی رہی تھی۔ وہ عام طرز پر گھرتے جا رہی تھیں جاتی تھیں مگر چھ ماہ میں اس نے گھر میں غفلت ہونے کے بعد وہ اکثر ماڈل ہاؤس کے پارک میں چلی جاتی تھیں جو گھر سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ وہاں وہ کافی دیر بیٹھی رہتیں۔ لوگوں کے گھومنے دیکھنے اور جہاں بھی کا احساس نہ ہو جاتا۔ اس دن بھی وہ پارک میں چلنے لگتی تھیں۔ وہاں آدھی تھیں جب چاکا سڑک پار کرتے ہوئے وہ ایک گاڑی کے سامنے آ گئیں۔ ساری غلطی نہ تو ان کی تھی نہ ہی گاڑی کے ڈرائیور کی۔ گاڑی سے نکلنے کے بعد وہ ہم بیوٹس ہو گئی تھیں۔ ٹانگ اور سر میں اٹھتی ہوئی دردی لہروں کے باوجود انہیں وہ بس یاد تھا جو وہی ٹوٹا ان کا ہاتھ تھام لیتا تھا۔

چند دنوں تک تو وہ دونوں ہی اس لڑکی کا انتقاد کرتے رہے پھر راہب نے معیروں سے کہا کہ وہ

باہر آیا۔ میوزک کچھ میں نہیں آیا کہ اسے کیا ہے۔

میں آپ کے ساتھ والے گھر میں رہتا ہوں۔ اس نے ہاتھ سے اپنے گھر کی طرف اشارہ کیا۔ بڑے کے چہرے پر یک دم مرحویت کے آثار نمودار ہو گئے۔

میرے ابو تو فوت ہو چکے ہیں۔ آپ اندھا کہیں میں آپ کو اپنی امی سے ملوا دیتا ہوں۔  
میں نے اس کے ساتھ چلتا ہوا اندھا لکھا، دو لڑکا اسے اندرونی دروازے پر غمرا کر اندر چلا گیا۔ چند منٹوں کے بعد وہ واپس آیا اور اسے اندر لے گیا۔ ایک بہت ہی دہل ڈکھوہٹ ڈرائنگ روم اس کے سامنے تھا۔ دو لڑکے وہاں بٹھا کر غائب ہو گیا۔ میوزک بڑا بے نظروں سے ڈرائنگ روم کا جائزہ لیتا رہا، کچھ پر بعد وہ لڑکا ایک ادبیر مرحورت کے ساتھ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ میوزک مرحورت کے اندھا آنے پر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

میں نے جتنا غصہ اس عورت نے نرمی سے اس سے کھا رہا تھا وہ بھی سامنے صوف پر بیٹھ گئی۔

میں آپ کے ساتھ والے گھر سے آیا ہوں۔ چند دن پہلے۔ میوزک نے بات شروع کی اور آہستہ آہستہ ساری بات بتا دی۔ اسے اس عورت اور لڑکے کے چہرے پر نمودار ہونے والے تاثرات دیکھ کر تھرا لی ہوئی تھی۔ وہ بہت عجیب سی نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔  
مجھے یہ تو نہیں تھا کہ آپ کا عاید حسن سے کیا درشت ہے مگر میں ان سے مل کر ان کا شعر یہ یاد کرنا چاہتا ہوں۔

میوزک نے اپنی بات کے اختتام پر کہا تھا۔

جناں وہ میری بیٹی ہے۔ اس وقت تو وہ آفس میں ہوگی۔ آئی وہ دیر سے آئے گی۔ دراصل وہ ایک کنبی میں سٹارڈا فیسر ہے۔ اسے اسٹوڈیو ہو جاتی ہے۔ میں تمہارا بیٹا ماس نک پہنچا دوں گی لیکن شعر یہ یاد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تکلیف میں انسان ہی انسان کے کام آتا ہے۔ میں کل تمہاری امی کی خبر یہ دے رہا تھا کہ کسے آؤں گی۔ عاید کی امی نے کہا پھر بات چیت کا یہ سلسلہ کچھ دیر تک جاری رہا۔ میوزک ہٹا چکا تھا مگر عاید کی امی کے اصرار پر وہ چائے کے لئے رکت گیا۔

دوسرے دن شام کو عاید کی امی ان کے گھر آئی تھیں۔ میوزک صرف ان کے لئے خاص طور پر گھر بھرا ہوا تھا۔ عاید ان کے ساتھ نہیں تھی۔ اس کی امی نے ایک بار پھر اس کی طرف سے مرحورت کی کہ اسے کوئی ضروری کام تھا۔ اس لئے وہ نہیں آ سکی۔

راہد نے عاید کی امی کو زبردستی کھانے پر روک لیا تھا اور کھانے پر ان کے لئے خصوصی انتظام کیا تھا باتوں باتوں میں انہوں نے عاید کی امی سے ساری معلومات حاصل کر لی تھیں۔ ان کی تین بیٹیاں اور دو بیٹے تھے سب سے بڑا بیٹا امریکہ میں ہوتا تھا اور اس نے وہیں شادی کر رکھی تھی۔ اس کے بعد عاید تھی۔ اس سے چھوٹی فریڈ تھی جس کی شادی اس کے تایا کے بیٹے سے ہوئی تھی اور ایک بیٹی اور بیٹا باقی رہ گئے تھے اور الیسا لیس ی میں پڑھتے تھے۔

عاید کی امی سادہ مزاج کی تھیں اور یہی خصوصیات راہد میں تھیں اس لئے دونوں ایک دوسرے کی صحبت سے کافی محفوظ ہوئی تھیں۔

میں وہ رات کو گھر آیا تو راہب نے اسے عایضہ سے ملاقات کا قصہ۔ بڑی بے چینی سے سنا۔ وہ ماں کی بے تانی پر مسکراتا رہا۔

آپ ایسا کریں اے ان کی پوری فیملی کو کھانے پر بلائیں۔ میں بھی عایضہ سے مل لوں گا اور اس کا شکریہ ادا کروں گا۔ آپ تو کہتی تھیں ہیں۔

اس نے کھانا کھاتے ہوئے سرسری انداز میں راہب سے کہا تھا۔

ہاں بالکل ہے۔ میں ان لوگوں کو کھانے پر بلاؤں گی۔ راہب کو اس کی توجہ بڑا اچھی لگی تھی۔

تیسرے دن انہوں نے عایضہ کی اہلی کو کھانے کی دعوت دے ڈالی۔ عایضہ کی اہلی نے شروع میں انکار کیا مگر راہب نے اتنا اصرار کیا کہ وہ دعوت قبول کرنے پر تیار ہو گئیں۔ لیکن جس دن وہ لوگ کھانے پر آئے تھے اس دن عایضہ ان کے ساتھ نہیں تھی۔ راہب کو مایوسی ہوئی۔ ان کے پوچھنے پر عایضہ کی اہلی نے کہا کہ عایضہ آج کسی دوست کی شادی پر گئی ہے اس وجہ سے نہیں آ سکی۔ راہب ان کی بات سن کر غامض ہو گئیں۔

پھر ایسا ایک بار نہیں کئی بار ہوا تھا۔ وہ مختلف جگہ رہے ہیں عایضہ کو بلا لیتیں مگر عایضہ کی فیملی تو ان کے گھر آ جاتی مگر وہ کبھی نہیں آتی۔ دو تین بار راہب نے خود جا کر بھی اسے آنے کی دعوت دی وہ خاموشی سے ہائی بلیٹی کھر بھر نہیں آتی۔ راہب کو یہ محسوس ہونے لگا جیسے وہ ان سے کٹر انے کی کوشش کرتی ہے اور یہ بات انہیں کافی عجیب لگی تھی۔ عایضہ کے گھر وہ اکثر جاتی رہتی تھیں مگر عایضہ سے ان کا سامنا بہت کم ہی ہوتا تھا اگرچہ کبھی جاتا تو بھی عایضہ سلام دعا کے

آہستہ آہستہ دونوں گھر میں میل جول شروع ہو گیا۔ راہب کو عایضہ سے ملنے کا جتنا اشتیاق تھا وہ ان سے اتنی ہی کٹرا رہی تھی۔ ان کے بے حد اصرار کے باوجود وہ ان کے گھر نہیں آتی تھی۔ ہر بار اس کی اہلی کی مصروفیت کا یہاں نہ ہوا تھیں۔ راہب کا اشتیاق اٹھنا ہی گیا تھا اور یہی اشتیاق ایک دن انہیں جانتا نے عایضہ کے گھر لے گیا تھا۔ وہ وہاں چلیز پرز کی مدد سے اس کے گھر گئی تھیں۔ عایضہ کی اہلی انہیں دیکھ کر حیران ہو گئی تھیں۔ انہوں نے راہب کو دریاگ روم میں بٹھا دیا اور پھر ان کے اصرار پر عایضہ کو بلائے چلی گئیں۔ اس چندرو منٹ بعد سفید کھدور کے کرتے اور سیاہ شلوار اور دو پنہ میں ملبوس ترشیدہ پانوں والی ایک دراز قد لڑکی دراز گنگ روم میں داخل ہوئی۔ اس نے اقدار آتے ہی راہب کو سلام کیا اور پھر صوف پر بیٹھ گئی۔

تم عایضہ ہو؟ راہب نے بے اختیار اس سے پوچھا۔

ہاں آپ کبھی ہیں؟ راہب نے جیسے قافہ پڑھایا۔ اس نے حیرانی سے ان کو دیکھا اور پھر جیسے شش و شش میں پڑ گئی۔ راہب نے ایک بار پھر اسے اپنے پاس بلا دیا۔ اس بار وہ کچھ سمجھنے ہوئے ان کے پاس آ گئی۔ راہب نے پاس آنے پر اسے گلے لگا دیا اور اس کا ہاتھ چوم لیا۔ وہ ایک دم جیسے ہلکا ہلکا ہوئی تھی۔ جب ہی اس کی اہلی کمرے میں آئی تھیں۔

وہ کچھ ترس سی وہ بارہ صوف پر بیٹھ گئی۔ راہب اس کا شکریہ ادا کرتی رہیں مگر وہ لوگوں کی طرح تمام قسم کی رسی پھر کچھ دیر بعد وہ کسی کام کا یہاں نہ کر آئی اور وہ بارہ اندر نہیں آئی۔ راہب کافی دیر تک عایضہ کی اہلی کے پاس بیٹھی رہیں اور پھر گھر واپس آ گئیں۔

اکڑ اس وقت راہب کے گھر جاتی تھی۔ جب میز گھر پر نہیں ہوتا تھا۔ چھٹی والے دن بھی وہ ٹیکری چلا جایا کرتا تھا اور اسی وجہ سے ان دونوں کی کبھی ایک دوسرے سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ مگر صرف ملاقات نہیں ہوتی تھی اور نہ راہب کی زبانی وہ میز کے بارے میں سب کچھ جان چکی تھی۔ وہ کیا کھاتا ہے۔ کیا پہنتا ہے کیا پسند کرتا ہے۔ کیا کپڑا پہنتا ہے۔ اس نے سچن کیسے ٹوڑا تھی محنت کی ہے کون کون سی نگاہیں برداشت کی ہیں۔ کیسی سچی دیکھی ہے۔

راہب نے اسے سب کچھ بتا دیا تھا۔ ان کی زبان پر ہر وقت میز کا نام ہی رہتا تھا۔ وہ چپ چاپ ان کی زبان سے میز کے قصے ملتی رشتی اور ان کا چہرہ دیکھتی رشتی۔ میز کے نام پر ان کا چہرہ جھٹکتا تھا۔

شروع شروع میں وہ صرف مرد راہب سے میز کے قصے سن کرتی تھی اور اکثر راہب کی ایسی گفتگو کے دوران اس کا دماغ نہیں اور پٹپٹا ہوا ہوتا تھا۔ دایا جی دھن میں بیٹھ جاتی تھیں۔ انہیں انداز دیتی نہ ہو پاتا کہ وہ تھپ تھپ ہے مگر بچہ آہستہ آہستہ اسے میز اور اس کی زندگی میں دلچسپی ہونے لگی تھی۔ وہ اسے اپنے جیسا لگتے لگتا۔ مگر کرنا کہنے والا تھو کر کہا کرتے تھے والا۔ اس دن بھی وہ اس سے دوسری باتیں کرنے کرتے میز کا ذکر نہ لیتی تھی۔

دنیا میں بہت سے لوگوں کی والا دیک اور تاجدار ہوتی ہے مگر میں کتنی ہوں، جتنا اب، لحاظ اور مرد میز میں ہے، میں نے کسی اور میں نہیں دیکھا۔ میری عزت تو کتنا ہے۔ ظاہر ہے میں اس کلاس ہوں محروم دیکھو مایہ میرے بیٹے کا ظرف کتنا بلند ہے کہ اپنے ان رشتہ داروں

بعد اپنے کمرے میں چلی جاتی اور وہ بارہ ماہ سے آتی اور پھر اگر مایہ سے ملنا بھی چاہتیں تو بھی وہ چھپنے آتی اور انہیں ہوں لگنا جیسے مایہ کی ای بھی نہیں چاہتیں کہ مایہ نہ زیادہ دوران کے پاس بیٹھے۔ مایہ کے برعکس سب سے چھوٹی لیکن معصومہ سا رشتہ ان کے پاس ٹھہری رشتی۔ راہب کو اس کی عادات بہت پسند تھیں اور وہ اکثر اوقات اسے اپنے گھر کسی نہ کسی کام کے لئے بلاتی رہتیں۔

اس دن راہب نے اپنے گھر میلا کر دیا تھا۔ چھٹی ہونے کی وجہ سے مایہ بھی گھر پر ہی تھی۔ راہب نے ایک دن پہلے مایہ کی ای کو اس تقریب کے بارے میں بتا دیا تھا۔ حسب معمول مایہ کی ای معصومہ کے ساتھ راہب کے پاس چلی آئی تھیں۔ مایہ کو ان کے ساتھ نہ دیکھ کر راہب نے اس کے بارے میں پوچھا تھا اور پھر اسے خود جاننے کے لئے اس کے گھر چلی آئی تھیں۔ مایہ کے برہانوں کے باوجود وہ پہلی بار اسے نہ پہچانی اپنے گھر لے آئی تھیں۔ یہاں آ کر مایہ کو قدر سے نہیں ہو گئی تھی۔ راہب نے بادی بادی اسے اپنے چہرے خاندان سے متعارف کروا دیا تھا اور وہ راہب کے منہ سے اپنی تعریفیں سن سن کر شرمندہ ہوتی رہی تھیں۔ راہب کے اصرار کی وجہ سے اسے تقریب کے اختتام تک رکتا پڑا اور نہ وہ بہت پہلے واپس آ جانا چاہتی تھی۔

اس تقریب کے بعد راہب اسے اکثر خدا کے اپنے گھر لے جانے لگی تھیں۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ان کی بات مان لیتی اور ان کے گھر آ جاتی اور پھر جیسے ایک معمول ہو گیا تھا۔ وہ

اس کی گھرائی کرتی تھیں پڑی۔ اس کی زندگی اتنی سیدھی گزری ہے۔

وہ صبر کے بارے میں مسلسل باقی جاری تھیں اور عائدہ جزا ہونے کے بجائے مشکل ان کی باتیں سن رہی تھی اور اس کی دلچسپی اب پہلے سے بڑھ گئی تھی۔

☆

اس دن چھٹی تھی۔ وہ صبح معمول صبح دس بجے اٹھی تھی۔ ناشتہ کرنے کے بعد یک دم اس کا دل رابہ کے گھر جانے کو چاہا اور وہ ان کی طرف آگئی۔ وہ سیدھا ان کے کمرے کی طرف آئی اور دروازہ کھٹک کر صبح عادت اندر داخل ہو گئی۔ لیکن اندر داخل ہوتے ہی وہ یک دم گھبرا اٹھی تھی کیونکہ کمرے میں رابہ کے بجائے صوف پر بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر وہ کھڑا ہو گیا۔ عائدہ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کرے۔

السلام علیکم، کبھی ہیں آپ؟ اسے گھبراتے دیکھ کر صوف پر کہا تھا۔ وہ قدرے حیران ہوئی کہ کسی تعارف کے بغیر وہ اس کا حال کیسے دریافت کر رہا ہے لیکن اس نے اس کے سلام کا جواب دے دیا۔

ایسا نہ رہی ہیں۔ بس ابھی آ چکیں گی۔ آپ جلیز بیٹھیں۔ وہ صوف چھوڑ کر غور بیڈ کی طرف چلا گیا تھا۔

کی بھی عزت کرتا ہے جنہوں نے پوری زندگی اس کا حراق اڑایا۔ مجال ہے جو بھی اس نے کسی کو جتا یا ہو اس نے اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا تھا میرے بھائیوں اور ان کی اولادوں نے ساری عمر اسے ذلیل کیا، اس کی شکل سے لے کر لباس اور کھانے پینے کے طریقے تک پر اعتراض کرتے رہے۔ حراق اڑاتے رہے۔ بے عزت کرتے رہے۔ مگر صبر کا انکا حوصلہ ہے کہ وہ صبر بھی ان سے ملتا ہے بہت فیس کرتا ہے۔ میرے بھائی کہتے ہیں کہ اتنی عزت ان کی اپنی اولاد نہیں کرتی جتنی صبر ان کی کرتا ہے۔ کبھی اس نے انہیں پلٹ کر جواب نہیں دیا۔ ان سے بدتمیزی نہیں کی۔ ان کے گھر کتنے پر ناک بھوں میں چڑھائی۔ کبھی ان کے سامنے اونچی یا نیچا آواز میں بات نہیں کی۔ پہلے کی تو خیر بات ہی اور تھی، وہ ان کے گھر پر رہتا تھا۔ عزت کرنے پر مجبور تھا مگر وہ اب بھی جب اسے کوئی مجبوری نہیں ہے۔ ان کی اسی طرح عزت کرتا ہے۔

میں کہتی ہوں۔ خدا صبر جیسی اولاد سب کو دے۔ اسے اس کے صبر و برداشت اور محنت کا اجر ملے۔ صبر یہ چھوٹا ہوتا تھا تو مجھے خیال آتا تھا کہ میں اسے کس طرح پالوں گی۔ یا تا شدی اور بدتمیز ہوتا تھا مگر صبر کے مرنے کے بعد اس میں خود برداشت پیدا ہو گئی۔ مجال ہے اس نے کبھی بچپن میں مجھے عام بچوں کی طرح مختلف چیزیں مانگ مانگ کر تنگ کیا ہو۔ بس جو لا دیتی تھی خاموشی سے لے لیتا تھا۔ بلاضد تو مجھے دیتا آ جاتا تھا کہ یہ عام بچوں کی طرح خدا کیوں نہیں کرتا۔ مجھے یہی خوف رہتا تھا کہ یہ کبھی گھڑ نہ جائے مگر خدا کا ایسا کرم ہے کہ مجھے کبھی



قسط پر عایض نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا اور صبر کو اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی بے  
عینی نظرا آئی۔ وہ بات کرتے کرتے رک گیا۔ عایض نے ایک بار بھراس کے چہرے سے نظر ہٹا  
لی۔

آپ جاب کرتی ہیں! صبر نے گفتگو کا سلسلہ ایک پھر جڑنے کی کوشش کی تھی۔  
ہاں۔

کہاں پر؟ عایض نے صبر کو چند جملوں میں اپنی جاب اور کھلی کے بارے میں بتایا۔  
جاب پسند ہے آپ کو؟ پتھروں بعد اس نے پوچھا تھا۔

پتا نہیں، میں نے کبھی اس بارے میں سوچا نہیں۔ صبر عایض کے جواب پر کچھ حیران ہوا  
تھا۔ کچھ دیر وہ اس کے چہرے کو دیکھتا رہا اور اچانک اسے احساس ہوا تھا کہ وہ خطرناک حد تک  
خوبصورت تھی۔ بہت پیچھے ہوئے جیسے نقوش تھے اس کے خاص طور پر اس کی آنکھیں۔ کوئی  
بہت سی عجیب تاثر تھا اس کی آنکھوں میں جو دوسروں کو یکدم چپ ہو جانے پر مجبور کر دیتا تھا۔  
صبر نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹائیں۔ دونوں کے درمیان اس دن مزید گفتگو نہیں  
ہوئی۔ دونوں خاموش بیٹھے رہے تھے۔ کچھ دیر بعد راجہ بھا کر باہر نکل آئی تھیں اور صبر اٹھ کر  
کمرے سے آ گیا۔

نہیں، میں پھرا جا رہی گی۔  
عایض آپ کو وہ یاد دہانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی واقعی تھوڑی دیر میں باہر آ جائیں  
گی۔

اس بار عایض کی حیرت میں اضافہ ہوا تھا اس کی زبان سے اپنا نام نہ نہ کر۔  
آپ پلیز ٹائپیں، مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔ عایض نے ایک نظرا سے دیکھا اور  
صوفہ پر بیٹھ گئی۔

میں اصل میں آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا۔ اسی کی مدد۔ صبر نے بات شروع کی تھی  
لیکن عایض نے اس کی بات کاٹ دی۔  
آپ پلیز اس بات کو رہنے دیں۔ یہ بہت پرانا واقعہ ہے، اب تو اسے کئی ماہ گزر چکے  
ہیں۔

میں اسی سلسلے میں شرمندہ ہوں کہ پہلے آپ کا شکریہ ادا نہیں کر سکا۔ حالانکہ میں آپ  
سے پہلے ہی ماننا چاہتا تھا لیکن بس کچھ مصروفیات کی وجہ سے ٹل نہیں سکا۔  
لیکن میں نے آپ سے کہا ہے تاکہ اس سلسلے میں شکریہ ادا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں  
ہے۔ میں اس لئے یہاں نہیں آئی ہوں۔ عایض کے انداز میں بے بسی تھی۔ صبر خاموش  
ہو گیا۔

اسی اکثر آپ کے بارے میں باقی رہتی ہیں۔ بہت تعریف کرتی ہیں آپ کی۔ صبر کے



بہت چمکن سا لگتا تھا۔ پھر ہر ایک نے بی بھر کھٹ کیا ہمیں۔ وہ دریا والوں نے انھیال والوں نے، ہر ایک نے۔ کسی نے کوئی لٹا نہیں کیا۔ میں نہیں جانتی تھی، پاپا کے نہ ہونے سے فرق پڑے گا۔ پاپا نے بیٹھ سب کی مدد کی تھی۔ کبھی کسی کو دھکا دیا تھا نہ ماہیں کیا تھا مگر وہ سب احسان فرما دیتے تھے، سانپ کی طرح۔ دنیا میں کوئی کسی کو اس طرح بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا جیسا انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا تھا۔ عائدہ کے لہجے میں بہت جھنجھی تھی۔

سب ایسا ہی کرتے ہیں۔ تمہارے رشتہ دار اس سے مسخ نہیں۔ یہ دنیا ہی ایسی ہے۔ صبر نے اس سے کہا تھا۔

سب تو ایسا نہیں کرتے جس طرح انہوں نے کیا تھا۔ وہ اب بھی اپنی بات پر مصر رہی۔ عائدہ لوگوں کو معاف کر دینا چاہتے۔ اس طرح۔ عائدہ نے اس کی بات کاٹ دی۔ کیا آپ نے معاف کر دیا؟ آپ نے بھی تو بہت کچھ برداشت کیا ہے، ایسے ہی حالات سے گزرے ہیں آپ۔

میں نے کبھی کسی کو مجرم سمجھا ہی نہیں۔ ہر چیز کی حوائی اللہ نے کر دی تھی پھر میں کسی سے نفرت کر کے کیا کرتا۔ دوزم لہجے میں کبر رہا تھا۔

آپ بہت عجیب ہیں، اپنے گھر میں ان لوگوں کو آنے دیتے ہیں۔ اس طرح فنی خوشی ملتے ہیں جیسے انہوں نے کبھی کچھ کیا ہی نہیں۔ کیا آپ کا دل نہیں چاہتا کہ آپ ان سب لوگوں کو باری باری بتائیں کہ انہوں نے آپ کے ساتھ کیا کیا۔ انہیں آئینہ دکھا دیں ان

بھرانہ دونوں کی اکثر ملاقات ہونے لگی تھی۔ صبر خلاف عادت اتوار کو گھر پر رہنے لگا تھا۔ ادا شعوری طور پر اسے عائدہ کا انگارہ چاہتا تھا اور جس دن عائدہ نہ آتی، اسے ایک نامعلوم سی بے چینی رہتی۔ دونوں کے درمیان آہستہ آہستہ کشیدگی ہونے لگی تھی۔ پھر کشیدگی یہ سلسلہ اتنا بڑھا کہ وہ دونوں پارک میں بھی ملنے لگے۔ عائدہ شام کے وقت گھر کے قریب پارک میں وقت گزارنے جایا کرتی تھی اور صبر بھی وہیں جا ٹھنک کے لئے جایا کرتا تھا۔ لیکن اب وہ پارک میں عائدہ کے ساتھ واک کیا کرتا تھا۔ وہ بہت اچھا سامع تھا۔ شروع میں وہ صرف عائدہ کی باتیں سنکر رہتا تھا۔ اسے اب احساس ہوا تھا کہ وہ اپنی خاموش طبع نہیں ہے جتنی وہ اسے اب تک نظر آتی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ وہ دھیرے دھیرے لگتا تھا۔ بہت سی باتیں جو اس نے آج تک کسی سے نہیں کی تھیں وہ اس سے کرنے لگا تھا۔

پاپا سب کچھ جتنے میرے لئے۔ دوست، ساتھی، باپ سب کچھ۔ جب ان کی دلچسپی ہوئی تو میں سوار سال کی تھی۔ بہت دنوں تک مجھے یقین ہی نہیں آیا کہ وہ تمہیں نہیں ہیں۔ جب یقین آیا تو میرے لئے دنیا ہی ختم ہو چکی تھی۔ اس دن بھی وہ پارک میں بیٹھے ہوئے تھے جب وہ اپنے والد کی بات کرنے لگی تھی۔

میری کچھ نہیں آتا تھا کہ اب میں دنیا میں کیسے رہوں گی۔ پاپا کے بغیر کچھ کرنا مجھے

شاید آپ ان کہانیاں کو چھوڑنا نہیں چاہتیں جو اس باب کی وجہ سے آپ کو حاصل ہیں۔ ہر باب کا نئی دہائی اور نئی کہانیاں ہیں جو آپ کو ملتی ہے۔  
وہ میری بات پر ایک بار پھر خاموش رہی تھی لیکن اس کے چہرے ہارنگ بدل گیا تھا۔ معجزہ کچھ اس کے جواب کا مشہور پاکستانی وہ خاموش رہی۔ اسے لاکھ ہوتا تھا۔ وہ بات کرتے کرتے چپ ہو جاتی تھی اور پھر معجزے کے لاکھ اصرار پر بھی کچھ نہ بولتی۔ بس گھر چلی جاتی وہ حیرانی سے یہ سب کچھ دیکھ کر رہ جاتا۔

☆

آؤ ہمیں میں تمہاری انتہا دیکھ رہی تھی۔ اس شام راجہ نے اسے دیکھتے ہی کہا تھا۔  
آپ کو کیوں انتہا دیکھ رہی ہیں؟  
بس آج مجھے تم سے ایک بات کرنی ہے۔ وہ ان کے قتلے سے زیادہ ان کے انداز پر  
چڑھی تھی۔ وہ بہت خوش، بہت پر جوش نظر آ رہی تھیں۔  
ایسی بھی کیا بات ہے؟ وہ کچھ بھونکی تھی۔

بتا دوں گی۔ تم پہلے جائے تو ہیں۔ راجہ نے ملازم کو پائے لانا دیکھ کر کہا تھا۔ وہ خاموش  
ہو گئی۔ ملازم نے پائے بنا کر کپ اس کے ہاتھ میں دیا۔ راجہ بھی پائے پیٹنے میں مصروف

کے ساتھ میل جول قائم کر دیں۔  
وہ اس کی بات پر مسکرائے گا تھا۔ نہیں، میں نے یہ بھی نہیں جانا۔ ان باتوں کا کوئی فائدہ  
نہیں ہوتا۔ یہ زندگی ہے اس میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اپنے ظرف کو بہت بڑا کرنا  
پڑتا ہے۔ میں ان جیسا جانا نہیں چاہتا۔ کسی کو بے عزت نہیں کر سکتا۔  
وہ اب جھیل میں بونگ کرتے لوگوں کو دیکھنے لگا تھا۔ وہ اضطراب کے عالم میں اسے  
دیکھنے لگی۔ وہ واقعی بہت عجیب تھا بہت اعلا ظرف تھا۔

آپ کے لئے یہ سب کہنا اور کرنا بہت آسان ہے۔ آپ نے میرے جیسی زندگی نہیں  
گزاری۔ سب آؤ فیصلہ کی جا رہی کوئی جا رہی ہے۔ ہر وقت مسکراہٹ، ہر وقت نرمی۔ جن  
لوگوں کو میرا دیکھنے کوئی نہیں چاہتا ان لوگوں کے ساتھ جینے کو چاہئے جینی پڑتی ہے۔ اب یہ  
سب اتنا آسان ہی نہیں ہے جتنا پہلے تھا۔ اس باب کی وجہ سے مجھے اپنے رشتہ داروں  
سے زیادہ نفرت ہوئی تھی۔ مجھے ان کی خود غرضی کی وجہ سے گھر سے باہر نکل کر اس طرح کی  
جا رہی کرنا پڑتی تھی۔

معجز نے اسے دیکھا۔

اب تو آپ کو کوئی جھوڑی نہیں ہے۔ آپ کا بھائی گھر کو پھرت کر رہا ہے پھر آپ یہ  
جا رہی نہ جاتے ہیں تو چھوڑ دیتی ہیں۔  
ملائے اس کی بات پر نظر اٹھا کر اسے دیکھا تھا لیکن اس نے کچھ نہیں کہا تھا۔

ہو گئیں۔

میرے بیٹے نے بھی کسی کو صو کا دیا نہ کسی کا دل دکھایا ہے۔ ہر ایک پر احسان کیا ہے۔  
جی جہ ہے کہ آج اسے خدا نے انعام کے طور پر تہار سے بھی لڑکی سے ملوایا ہے۔ اب تم بتاؤ  
عائشہ تہار کی کیا رائے ہے۔ میں کب تہار سے گھر تہار کی امی سے بات کرنے آؤں؟  
وہ اب عائشہ سے پوچھ رہی تھیں۔ وہ عالی خانی نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ راہب  
کے چہرے پر موجود احمق اور فخر کی چمک نے اس کے پورے دھڑکنا ایک کر دیا تھا۔ وہ کچھ  
کچھ لکڑی کپڑے کر کر کر کے اسے اٹھ کھڑی ہوئی۔  
مجھے کچھ وقت دیں۔ میں ابھی آپ کو اس مسئلے میں کوئی جواب نہیں دے سکتی۔

☆

وہ پارک میں اپنے مخصوص پہلے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ میز نے اسے دور سے دیکھ لیا تھا۔  
قدموں کی چاپ پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ میز کو اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر ایک  
ہلکا سا ہنسا۔ اسے قیافہ شامی کا ہوا نہیں تھا مگر وہ چہرہ شامی ضرور تھا۔  
اسلام ٹیکم۔ اس نے عائشہ کے چہرے کو دیکھتے ہوئے آہستہ آہستہ اس میں کہا تھا۔ وہ جواب  
دینے بغیر ایک لمبے لمبے اس کے چہرے کو دیکھتی رہی۔ میز کو یوں لگا جیسے وہ اپنی طور پر وہاں موجود  
نہیں تھی۔ اسے ہمیشہ اس کی آنکھیں پونہ پونہ لگی تھیں اور آہستہ آہستہ وہ آنکھیں گونگی

یہ بات اصولاً تو مجھے تم سے نہیں تہار سے گھر والوں سے کرنی چاہیے تھی۔ چائے کے چند  
گھنٹے لینے کے بعد راہب نے بات شروع کی تھی۔ لیکن میز کا اصرار تھا کہ پہلے میں تم سے  
بات کروں۔ دراصل میز تم سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ وہ راہب کی بات پر دم بخود ہو گئی تھی۔  
وہ جیسے بہت پسند کرتا ہے اور صرف وہ ہی نہیں بلکہ میں بھی۔ راہب کہہ رہی تھیں۔ میں  
نے میز کے لئے جس طرح کی لڑکی کا سوچا تھا تم بالکل ویسی ہو۔ ٹیک، باکر دار، نرم دل،  
مجھدار، راہب۔

عائشہ کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔ میں نے ہمیشہ خدا سے دعا کی تھی کہ وہ مجھے میری  
ہو میں یہ ساری خصوصیات ضرور دے مگر اللہ نے مجھے میری حالت سے بڑھ کر نوازا ہے۔ تم میں تو  
اتنی خوبیاں ہیں عائشہ کہ میں گھوٹا چاہوں بھی تو گھوٹا نہیں سکتی۔ وہ لوگ بڑے خوش قسمت  
ہوتے ہیں جنہیں تم جیسی اولاد ملتی ہے اور میں چاہتی ہوں اس خوش نصیبی کو اپنا مقدر بنالوں۔  
میز نے مجھ سے کہا تھا کہ میں پہلے تہار کی رائے لوں۔ اس کے بعد رشتہ لے کر تہار سے گھر  
جاؤں۔ میں نے تو اس سے کہا تھا کہ عائشہ کسی اور کو پسند نہیں کر سکتی۔ وہ ایسی لڑکی ہی نہیں  
ہے۔ اگر ایسی بات ہوتی تو وہ کبھی مجھ سے ذکر تو کرتی مگر اس نے کہا کہ میں بھر بھی پہلے تم سے  
پوچھوں۔ اس کے بعد ہی بات آگے بڑھاؤں۔  
وہ جیسے کسی سکتے کے عالم میں تھی۔ راہب کبھی جاری نہیں۔

گئی تھیں۔

کیا بات ہے؟ کوئی سبب ہے عاید؟ وہ نرم لہجے میں کہتا اس سے کچھ فاصلے پر چٹخنے کے دوسرے سرے پر بیٹھ گیا۔ اس نے صبر کو دیکھنا بند کر دیا تھا۔ وہ دور جا ٹک ٹریک پر بھاگتے ہوئے لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔

مجھے کچھ تانا ہے، اپنے بارے میں کچھ ایسی باتیں جو آپ نہیں جانتے۔ وہ سامنے نظر میں بٹائے آہستہ سے بولی تھی۔

کیا یہ بہت ضروری ہے۔ صبر نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔

ہاں، بہت ضروری ہے۔ اس بار صبر کو اس کی آواز کسی کمائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ وہ خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔ وہ اب بھی اس کی طرف دھوچ نہیں تھی۔

میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں کہ آپ اور آئی مجھے جو بھرد ہے جہاں میں وہ نہیں ہوں۔ وہ اس کی بات پر چٹکنا نہیں تھا جس سمجھتی تھی اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔

میں آپ کو کسی دھوکے میں رکھنا نہیں چاہتی۔ آپ نے زندگی میں بہت محنت کی ہے۔ بہت تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ اب آپ اس بات کے مستحق نہیں ہیں کہ میرے جیسے لڑکی آپ کی زندگی میں شامل ہو۔ میں اتنی پاکیزہ، مقدس اور ٹیک نہیں ہوں جتنا آپ دونوں مجھے سمجھتے ہیں۔ میں ہر لحاظ سے ضرور نکالیں ہوں۔ مجھے کوئی حق نہیں مانگنا کہ میں آپ دونوں کو صدمہ کا دیتے ہوئے آپ کی زندگی میں شامل ہو جاؤں۔ آپ کے سکون کو چاہوں۔ میں یہ سب آئی سے

کہنا چاہتی تھی مگر مجھ میں اتنا حوصلہ اتنی ہمت نہیں تھی۔ وہ مجھے پتا نہیں کیا سمجھتی ہیں اور میں انہیں یہ نہیں بتا سکتی کہ میں کتنی عام، مگر بے ہوش لڑکی ہوں۔ اس لیے میں نے سوچا کہ میں سب کچھ آپ کو بتا دوں۔ آپ آئی کو خود ہی میرے بارے میں بتا دیجیے گا۔

وہ بات کرتے کرتے رک گئی صبر نے اسے اپنے ڈونٹ سمجھتے ہوئے دیکھا میں جیسے وہ کچھ بتانے کے لیے صحت چھتیا کر رہی ہو۔ پھر اس نے سر جھکا لیا۔

چار سال پہلے مجھے اپنے تلیا کے بیٹے سے محبت ہو گئی تھی۔ تب ہم ان کی فیملی کے ساتھ نہیں ملتے تھے۔ میں کسی کو بھی اپنے گھر آنے نہیں دیتی تھی۔ وہ ایک بار میرے آفس آ یا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ وہ مجھے پسند کرتا ہے۔ وہ چاہتا تھا میں اپنے خاندان کو ان کے خاندان سے ملنے سے دو رکوں۔ ان کے خاندان پر باندھ پاؤں نہ لگاؤں۔ شروع میں مجھے اس کی باتوں پر یقین نہیں آ یا۔ وہ اب بات کرتے ہوئے جھیلیاں دیکھ رہی تھی۔ گھر وہ بار بار آتا رہا۔ بار بار مجھ سے کہتا رہا کہ اسے مجھ سے محبت ہے۔ وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ آہستہ آہستہ مجھے اس کی باتوں پر یقین ہونے لگا۔ پھر تباہی کی فیملی سے ہمارے تعلقات بحال ہونے لگے۔ وہ لوگ ہمارے گھر آنے جانے لگے۔ پھر ایک دن حادثے نے مجھے تباہی کا اس کے ماں باپ میرا رشتہ مانگنے کے لیے ہمارے گھر آئیں گے اس نے اپنے ماں باپ کو ہمارے گھر بھجوا لیا لیکن انہوں نے میرا انکس فریڈ کارڈ مانگا۔ انہوں نے کہا یہ سب حقائق کی تردید ہی ہو رہا ہے۔ مجھے یقین نہیں آیا۔ میں نے حاذق سے پوچھا تو اس نے مجھ سے کہا کہ وہ کبھی بھی نہ تو مجھ سے محبت کرتا

کیونکہ انہر امریکہ میں بسٹل نہیں ہو رہا تھا پھر اس نے باہر سے ٹیسی چوڑی رقم کے ڈالوائے تھیچنا شروع کر دیے۔ جب کسی کو میرے چند بڑا کی ضرورت نہیں رہی تو گھر میں میرا عمل وشل بھی ختم کر دیا گیا۔ ان دنوں میں نے ڈانک کرنا شروع کر دی۔

دوبارے کرتے کرتے ایک بار پھر کی۔ میرا کاپورہ اب بھی چٹا تھا۔

ڈانک کے بعد کوئین پھر میری دسٹی۔ گھر والوں کو شروع میں بتائیں چاہے چاہا تب تک کافی دیر ہو چکی تھی۔ میں وہ سب کچھ چھوڑنے پر تیار نہیں تھی۔ ہاں گھر چھوڑنے پر تیار تھی۔ ایسا کرتی تو شاید گھر والوں کی بہت بدنامی ہوتی۔ اس لیے انہوں نے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا۔ پھر ان ہی دنوں آنٹی والا عادی ہوا۔ آپ لوگوں کے ساتھ واقفیت ہو چکی۔ میں نے آنٹی سے شروع میں بچنے کی بہت کوشش کی۔ میں نہیں چاہتی تھی وہ میرے بارے میں کچھ جانیں مگر ایسا نہیں ہوا۔ مجھے نہیں پتا کس طرح میں ان کے پاس جانے لگی۔ شاید مجھے کوئی سہارا چاہیے تھے۔

صحت کے چند لحاظ چاہیے تھے۔ وہ آپ کے بارے میں بات کرتی رہتی تھیں آپ نے بچپن کس طرح گزارا۔ کتنی لنگی برداشت کی۔ رشتہ داروں کے ہاتھوں کتنی ذلت اٹھائی۔ مجھے آپ سے انس ہونے لگا۔ مجھے آپ کی زندگی اپنی جیسی لگتی تھی۔ پھر میں لاشعوری طور پر آپ کے پاس آنے لگے۔ آپ سے باتیں کرنے لگی اور جب ہر اہل چاہا میں زندگی سے صحت کروں۔ میں وہ سب کچھ چھوڑ دوں جس کی میں عادی ہو چکی تھی اور میں نے کہی کیا۔ میں نے ایک سسٹر جو اس کیا اور ڈرگز کو چھوڑ دیا۔ گھر والے آج بھی یہی جھگڑتے ہیں کہ میں ڈرگز استعمال کرتی ہوں لیکن

تھان ہی مجھ سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ وہ اور فریڈ ایک سی کالج میں پڑھتے تھے۔

ایک دوسرے کو پہنہ کرتے تھے۔ مگر ان کی شادی تب تک نہیں ہو سکی تھی جب تک میں اسی کو تپا کی فٹلی سے تعلقات بحال نہ کرنے دیتی۔ انہوں تعلقات بحال کروانے کے لیے پٹر چڑھ سوچا۔

میں کچھ نہیں کہہ سکی۔ میرے پاس کہنے کے لیے کچھ رہی نہیں گیا تھا۔ حاذق نے مجھ سے معذرت کر لی مگر فریڈ نے نہیں۔ اس کا خیال تھا کہ اس نے کوئی ٹلاک کام نہیں کیا۔ اس نے وہی کیا جاتا ہے کرنا چاہیے تھا۔ وہ لکھتے تھے اس نے بالکل صحیح کیا تھا۔ لفظی تو مجھ سے ہوتی تھی۔

اسی نے حاذق کا رشتہ منکھور کر لیا۔ دونوں کی شادی ہو گئی۔ مجھے اپنا وجود بالکل بیکار لگنے لگا۔ میں ایک ایسی چیز بن گئی جس سے کوئی بھی صحت کرنا تھا ہی نہ نہ کرنا تھا۔ اس کو اعتراض ہونے لگا تھا۔ میری بر بات پر ہر کام ہے۔

فریڈ کی شادی پر پھر بھی آیا تھا اس نے بھی وہاں شادی کر لی تھی اور وہ اپنی بیوی کے ساتھ آیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اب اس جا ب کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے میں یہ جا ب چھوڑ دوں اور گھر چلے جاؤں۔ اسے میرے کردار پر دوسروں کی طرح اعتراضات تھے۔ میں نے اس کی بات نہیں مانی۔ اس نے میرے ساتھ سارے تعلقات ختم کر دیے۔ جب تک گھر والوں کو میری ضرورت تھی وہ مجھے استعمال کرتے رہے۔ جب انہیں میری ضرورت نہیں رہی تو انہوں نے مجھے ایک استعمال شدہ چیز کی طرح پیٹک دیا۔ پہلے میں گھر کو پھرت کرتی تھی

آئی سے لگتیس سال پہلے ایک بچے نے اپنی دنیا کو ختم ہوتے اور ایک نئی دنیا کو ابھرتے دیکھا۔۔۔ ختم ہونے والی دنیا بھٹوں، آسمانوں، رنگینوں کی دنیا تھی اور نئی دنیا بھٹوں، آسمانوں اور بھٹوں کی دنیا تھی۔ اس دنیا میں اس نے گھجلی دنیا کے کرداروں کو نئے چہروں کے ساتھ دیکھا ماضی چہروں کے ساتھ اور وہ چہرے بہت ہولناک تھے۔  
وہ انھوں میں ابھرتی نئی کے ساتھ اسے دیکھتی رہی۔ وہ اسے کیا سنا رہا تھا۔

اس نے برہمن کو بہت سمجھی، بہت سمجھی پائی۔ انسانوں پر اس کا اعتبار تھا۔  
لیجے عرصے تک وہ لوگوں سے خوف کھاتا رہا۔ پھر اس نے ایک بار پھر اپنی دنیا سے سرے سے ہانے کا فیصلہ کیا۔ اسے ایک بار پھر پرانی دنیا میں پہلی کردار تھی چہروں کیساتھ چاہیے تھے۔  
تجسس سال تک اس نے ایک لمبی جدوجہد کی۔ اس جدوجہد میں اس نے بہت کچھ سیکھا۔ اپنی منجھتا، اپنا بچپن، ماں کی توجہ اور رحمت، اپنی تعلیم اپنی جوانی اور یہ سب سیکھنے کے بعد وہ پرانی دنیا کو دوبارہ سے تعمیر کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ جب وہ پچاس سال کا ہو چکا تھا۔ تب اسے محبت کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ اس محبت کی محسوس تھی وہ روپے سے خرید سکتا تھا بلکہ اس محبت کی جو اس کے وجود کی ساری کیوں کو پر داکر دے پھر اسے ایک لڑکی ملی۔

انکی آواز بہت دھیمی تھی۔ وہ اسے دیکھنے کے بجائے دیکھنے میں بھٹے ہو لوگوں کو بچا رہا تھا۔  
اسے لگا جیسے اس کی تلاش ختم ہو گئی تھی۔ وہ اسے براہِ اعتبار سے اپنے جیسے لگی۔ اس لڑکی میں بہت سی خامیاں تھیں، بالکل اس کی طرح گھبراہٹ تو اس کے وجود سے نہیں اس کے دل

میں نہیں کرتی۔ میں نے آپ کو پہلے بھی یہ سب نہیں بتایا مجھے خوف تھا دوسروں کی طرح آپ بھی مجھ سے نفرت کریں گے۔ دہرا جاتی تھی گھر نہیں آئے دین گی میں ایک بار پھر پہلی طرح اکیلا رہ جاؤں گی۔ میں ماضی کو دہرا جاتی تھی مگر ماضی جی تو نہیں ہوتا۔ آپ نے زندگی میں ایسا کوئی کام نہیں کیا ہے کیا آپ کے عقیدے میں میرے جیسے کرپٹ لڑکی ہونی چاہیے؟ میں نے آپ کے پرچہ زل دینے جانے کے بعد بھی سوچا تھا پہلے میرا دل چاہا تھا کہ میں آپ کو بچاؤں۔ نہ تاؤں سب کچھ چھپا ہی رہے ہوں۔ مگر یہ سب بہت مشکل ہے۔ مجھے دہرا جاتی تھی اور آپ سے خوف آنے لگا ہے۔ میں آپ دونوں کو چھپے چھ ماہ سے طلب کر رہی ہوں۔ آپ دونوں مجھے بہت پاکیزہ، نیک، ایماندار پسند بھیجے ہیں حالانکہ میں تو ایسی ہوں ہی نہیں۔ میری حقیقت کبھی نہ کبھی تو آپ لوگوں کے سامنے کھلی جاتی پھر آپ لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ میں آپ سے شادی نہیں کرتی۔ آپ کسی اچھی سی لڑکی سے شادی کریں یا پھر محصور سے شادی کر لیں وہ ہر لحاظ سے آپ کے قابل ہے۔ ہر لحاظ سے مجھ سے بہتر ہے۔ میرے جیسے عیب نہیں ہیں اس میں، آپ اس کے ساتھ بہت اچھی زندگی گزاریں گے۔ دہرا جاتی کو کبھی بہت پسند ہے۔ وہ محصور۔ جیسے یہودی چاہتی ہیں۔  
وہ خاموش ہو گئی۔

ایک کہانی سنیں گی آپ؟ جو جملہ اس کی تمام گفتگو کے بعد اس کی ساتوں سے بکھرا رہا تھا۔  
اس نے اسے حیران کر دیا تھا دوسرا کرمیو کے چہرے کو دیکھنے لگی۔

میں نہیں تھا مگر پھر بھی کسی ڈارگ ایڈکٹ سے شادی کرنے کا فیصلہ کرنا کافی مشکل تھا۔ میں نے اس پر کافی سوچا تھا۔ ہر حق میں سب سے بڑا ایڈکٹ یہ جانتا تھا کہ تم ڈارگز سے نہایت حاصل کر سکتی تھی اب چل جیس۔ اس لیے مجھے فیصلہ کرنے میں کچھ مشکل تو ہوئی لیکن میں نے بہر حال تمہارے حق میں ہی فیصلہ کیا۔

جہاں تک حاذق کا تعلق ہے تو میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے اس میں کوئی دلچسپی نہیں کہ تم ہاشی میں کسے پسند کرتی تھیں یا کس سے محبت کرتی تھیں۔ مجھے اگر دل چاہی ہے تو صرف اس بات سے کہ تم اس وقت کس سے محبت کرتی ہو۔ حالانکہ تمہارا مسئلہ یہ ہے کہ تم بہت ہنسی ہوا اور اس ہنسی نے تمہیں بہت کمزور بنا دیا ہے۔ تم زندگی میں ہمیشہ سوچے سمجھے بغیر فیصلے کرتی رہی ہو۔ ہمیشہ اپنے ہاشی کو سر پر اٹھا پھرتی رہی ہو۔ ہم میں سے کچھ اپنی غلطیوں سے سیکھتے ہیں اور انہیں دوبارہ نہیں دہراتے کچھ غلطیوں سے بھی کچھ نہیں سیکھتے اور وہی غلطیاں دوبارہ کرتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں جو ساری عمر اپنی غلطیوں کو بچھتے ہو اس کی صورت میں ساتھ لیے بھرتے ہیں پھر وہ اپنی زندگی کو ایک بچھتا ہوا مادہ دیتے ہیں تم بھی اسی کھنکری میں اٹی ہو۔

دو ہفتگی آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھتی جا رہی تھی۔ دو بڑے ششے کے لیے میں بلانا چاہتا تھا۔

حاذق اور فریڈ نے تمہارے ساتھ جو کیا وہا سے بھلا کچھ ہیں۔ اس کا ثبوت ان کی انجی

سے محبت تھی جس نے ایک بار اس لڑکی کو اس کی ماں کو بچانے پر مجبور کیا تھا۔ کوئی بچی حاذق کے گال بٹگنے لگی۔ وہ اب بھی بول رہا تھا۔

بہت عرصہ دونوں نے اکٹھے گزارا پھر اس نے اس لڑکی کو پرہیز کر دیا۔ جب ایک دن وہ لڑکی اپنے پورے ہاشی کو اٹھا کر اس کے سامنے پہنچ گئی۔ اسے ہٹانے لگی کہ اس نے زندگی میں کیا کیا ہے وہ صاف گوارا دینا اور دینا چاہتی تھی۔ اس کو دھوکا نہیں دینا چاہتی تھی۔

اپنے غلط کچھ ہے ہیں۔ میں صاف گویا چاہتی ہوں نہ دینا اور میں تو صرف۔

اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر صبر نے اس کی بات کاٹ دی۔

میں صرف حاذق کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔ باقی سب کچھ جانتا تھا۔ یہ بھی کہ تم ڈارگ کرتی ہو۔ یہ بھی کہ تم ڈارگز لیتی ہو۔

اسے حیرت کا ہونکا لگا تھا۔ صبر آپ سے تم پر آ چکا تھا۔

میں نے تمہیں پرہیز کرنے سے پہلے تمہارے بارے میں سب کچھ پتا کر لیا تھا جہاں تم کام کرتی ہو وہاں تمہاری رہنے پھینک کر لیا ہے۔ تمہاری کبھی کسی ہے۔ پھر rehabilitation سینٹر جہاں تم اپنے علاج کے لیے جاتی رہیں وہاں سے بھی میں تمہارا سارا ریکارڈ دیکھ چکا ہوں۔ جس عمر میں میں شادی کر رہا ہوں۔ اس عمر میں کوئی بھی مرد آنکھیں بند کر کے صرف محبت کے لیے شادی نہیں کرتا۔ میں نے بھی تمہارے بارے میں پوری چھان بین کی تھی۔ یہ جانتا ہوں کہ مجھے شک لگا تھا، یہ جان کر کہ تم ڈارگز استعمال کرتی رہی ہو۔ ویٹک یہ بہت زیادہ مقدار



نہیں تھی، اس لیے میں بھی تمہارے پاس نہیں آیا لیکن میں خیر ان ضرور ہوتا تھا کہ تم پارک میں آ کر شام تک کیوں بیٹھی رہتی ہو۔ آفس سے سیدھی گھر کیوں نہیں جاتیں۔ پھر آہستہ آہستہ مجھے اندازہ ہوا کہ تم دراصل گھر جانا ہی نہیں جانتی تھیں تم اپنے ماحول سے فزاد جانتی تھیں۔ کئی سال پہلے میں بھی اسی طرح گھر سے بھاگتا تھا۔ گھر سے باہر بے مقصد وقت گزارتا تھا۔ گھر جانا ہی نہیں جانتا تھا میرا سیکلہ اور تھا۔ اسی کے علاوہ میرا کوئی نہیں تھا اور جو تھے ان سے مجھے انس نہیں تھا نہ انہیں میری ضرورت تھی۔

اس کے سچے میں آپ عجیب سی افسردہ تھی۔ وہم غور اس کی باتیں سننے جاری تھی۔ مگر تمہاری تو ساری فیملی تھی پھر تم ان کے پاس کیوں جانا نہیں جانتی تھیں۔ تم فیک پار وحت پر حارے گھر آئیں تو اپنے گھر والوں کے پاس بیٹھنے کے بجائے ایک طرف بیٹھی رہیں۔ میں نہ چاہتے تھے بھی تم میں دلچسپی لینے پر مجبور ہو گیا۔ میں تمہاری ذات کی گریہوں کو کھونا چاہتا تھا۔ میں تمہارے سرا کو یاد جیتا چاہتا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ تمہارے بارے میں بہت کچھ میرے علم میں آتا گیا۔ تم دب بھی امی کے پاس آتی تھیں اپنا بوی کی باتیں کرتی رہتی تھیں۔ یاد ہے تم نے فیک پار مجھ سے کہا تھا۔ آپ بالکل میرے پاپا جیسے ہیں۔ تم ہر مرد کے وجود میں اپنے پاپا کا شاں کیوں کرتی رہتی ہو۔ جنہیں یہ حقیقت تسلیم کر لینی چاہیے کہ وہ بہت سال پہلے مر چکے ہیں اور کوئی دوسرا شخص کبھی بھی ان کی جگہ نہیں لے سکتا۔ میں جانتا ہوں، یہ مشکل ہے مگر یہ بہت ضروری ہے۔ میرے ذہنی بھی بچپن میں مر گئے تھے۔ بہت دیر تک مجھے بھی کچھ نہیں آیا

زندگی ہے۔ تم نے کچھ نہیں بھلا یا بلکہ اپنے آپ سے نفرت کرنی شروع کر دی۔ کیوں؟ ماحول ہی زندگی میں سب کچھ نہیں تھا اس کے علاوہ کبھی بہت کچھ تھا۔ تم نے خود کو سب سے کاٹ لیا۔ سگریٹ نوشی شروع کر دی پھر ذرا تک پھر ذرا کچھ دوا کر لیا۔ کچھ چیزوں نے تمہاری مدد کی یہ چیزیں کبھی کوئی حل نہیں کرتیں کیونکہ وہ تو خود ہی ایک مسئلہ بن جاتی ہیں۔ تم نے اچھا کیا۔ خود ہی ان سے جان چھڑائی۔ پتا تمہارے لیے اس لیے آسان ثابت ہوا کیونکہ تم ابھی نہیں بہت کم مقدار میں استعمال کرتی تھیں اگر زیادہ مقدار میں کرتیں تو جتنی قوت ارادی تمہاری ہے تم کبھی بھی ان چیزوں سے نجات حاصل نہ کر سکتیں۔ تم نے زندگی میں دوسروں سے اتنا انتقام نہیں لیا جتنا اپنے آپ سے لیا ہے۔ تم خود کو دوسروں سے کٹ کر انہیں سزا دینا چاہتی ہو تمہارا خیال ہے اس طرح انہیں اپنی اپنی کامیابی کا احساس ہو گا یا کم از کم انہیں تکلیف تو ضرور ہوگی۔ عائدہ جتنی زندگی میں ایسا کبھی نہیں ہوا آپ صرف خود کو اکیلا کر لیتے ہیں۔ انتقام لینے میں دوسروں کو کچھ تکلیف ضرور ہوتی ہوگی انتقام لینے والے کی تو پوری زندگی، پوری ذات، پوری شخصیت مسخ ہو جاتی ہے۔

اس کے کال ایک بار بھر بیٹھنے لگے تھے۔ وہ درمندی آنکھوں سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

میں روز شام کو یہاں جا لنگھ کرنے آتا تھا اور میں نے بہت دیر جنہیں شام لگے تک یہاں بیٹھنے دیکھا۔ بعض دیر تم اسونگ کنگ کر رہی ہوتی تھیں تب میری تم سے کوئی زیادہ سلام دعا

ناسوروں کے شہزادی طرح کاٹ پھینکے اور پھر بہت زری سے ہر گھنٹہ کوئی دے۔ اس وقت اس کی حالتوں میں ایک ایسی ہی آواز آ رہی تھی، وہ اسے سمجھا رہا تھا۔ زندگی گزارنے کا ہر گھنٹہ رہا تھا۔ اس کا کام یہ کر رہا تھا۔ اس کے عیب و کمزوریاں تھا۔ اسے کچھ بھی برا نہیں لگ رہا تھا۔ بہت عرصہ کے بعد وہ کسی کیساتھ اس طرح آسویا رہی تھی اسے اپنے آسویا ہونے پر شرمندگی نہیں تھی۔ وہ اس شخص کے سامنے بہرہ دے تھے جوں کے اندر کس سے بھی بچھڑا جاتا تھا۔ وہ اس سے دوسرے لوگوں کی طرح کچھ بھی چھپا نہیں سکتی تھی کی آسویا۔

آؤ اب چلتے ہیں۔ بہت دیر ہو گئی ہے۔

وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ چھٹی کی پشت سے اپنے آسویا کرنے لگی۔

ہاں اور اسی کو اپنے بارے میں یہ بتانے کی طاقت مت کرنا۔ بہت سی چیزیں ان کے لیے بھی ابھی قابلِ غور نہیں ہوں گی۔

ہو اس کے آگے چلتا ہوا کہتا جا رہا تھا۔ وہ آگے پیچھے چلتے ہوئے انکے لڑکے پر آگے تھے۔ انکے لڑکے پلڑے پہنی ہوئی روشتیاں دھاتے چلتے ہوئے لوگوں کو بھی روشنی کر رہی تھیں۔ اس نے سر اٹھا کر اپنے آگے چلتے ہوئے دروازہ معمولی شکل کے فیروزہ معمولی انسان کو دیکھا جو اسے پیش ہی بہت بچھڑا بہت بلند تر لگا تھا اور آج اس کا قد کچھ اونچا لگا رہا تھا۔

انعام ----- TheEnd

تھا کہ ہوا کیا ہے۔ بہت دیر تک ان کے بغیر مجھے چلتا نہیں آیا پھر میں نے حقیقت تسلیم کر لی۔ ان کے بغیر زندگی گزارنا سیکھا۔ مگر یہ تم یہ بھی نہیں کر سکتیں۔ ہے؟

وہ بہت دھمکے بہت نرم لہجے میں اس سے کہہ رہا تھا۔ وہ ہوا آواز دیتی رہی۔

لیکن ان خاموشی کے خاتم میں بہت سی خوبیاں بھی ہیں۔ تم بہت ایسا رہنا ہو کر پت نہیں ہو، جیسا کہ بات یہ ہے کہ تم ایک بہت کامیاب سٹار آفیسر ہو۔ تمہارے آفس میں تمہاری رہنمائی بہت اچھی ہے۔ اگر تم باہر کی دنیا میں ایک کامیاب انسان کے طور پر زندگی گزار سکتی ہو تو قی زندگی میں بھی ایسا ممکن ہے۔ ابھی تمہارے پاس بہت وقت ہے۔ تم سب کچھ ٹھیک کر سکتی ہو۔ میں تمہاری اسی سے بات کروں گا۔ حیرت بھی بات کروں گا۔ تم نیلکی کوئی قطعی نہیں کی جسے معاف کیا ہی نہ پاسکے۔ ایک وفد بھرتے تم اپنی فیملی کے ساتھ قی زندگی شروع کر سکتی ہو۔ میں اس سلسلے میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ تمہاری امی اور گھر والوں کو تم سے محبت بھی ہے اور تمہاری ضرورت بھی۔ تم یہ سمجھنا چھوڑ دو کہ شیوں نے تمہیں استعمال کر کے پیچھا دیا ہے۔ تم کوئی چیز نہیں ہوں انسان ہو۔ انسانوں کو چھوڑا نہیں جاتا۔

ہمارے میں تاریکی کیلئے بھی تھی۔ دور نہیں کچھ انکس مل رہی تھیں مگر ان کی روشنی ان دونوں تک نہیں پہنچتی پاری تھی۔ اسے وہی کا چہرہ اب نظر نہیں آ رہا تھا۔ صرف آواز سنائی دے رہی تھی۔ بعض اوقات چہرے دیکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ صرف آواز ہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ کسی ایسی آواز کی جس میں آپ کے لئے ہمدردی ہو، جو آپ کو وجود کے تمام